ماہ نامہ

ہمدرد

نونہال

جون ۱۹۸۶ء

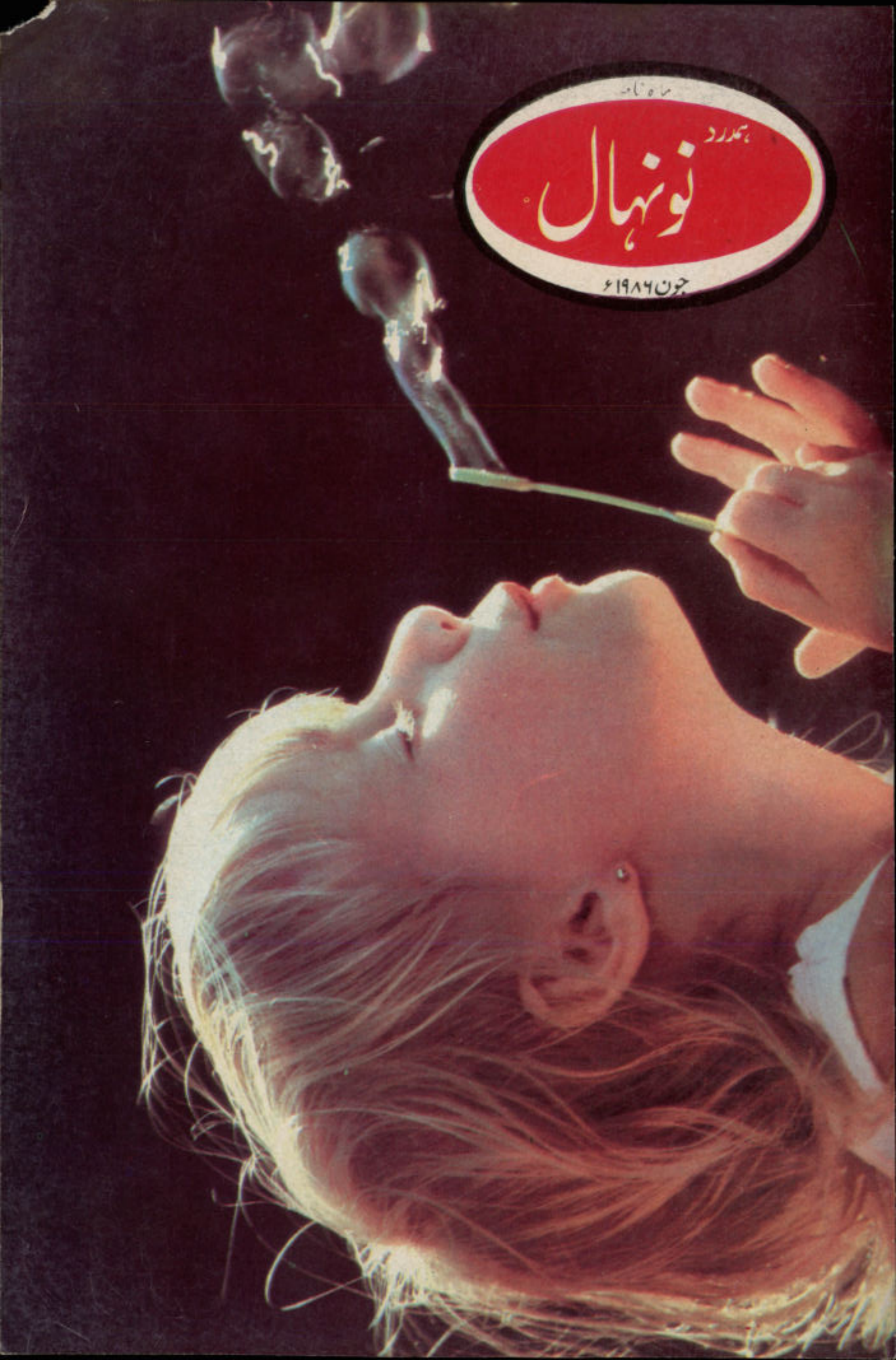

ھمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
ٹوتھ پیسٹوں کی طویل فہرست میں اس نئے نام کا اضافہ کیوں؟
اس لیے کہ صرف اسی میں
پیلو کے معجزانہ خواص شامل ہیں
Hamdard
PEELU TOOTH
پیلو، دانتوں کی مکمل صفائی اور مسوڑھوں کی صحت کے لیے مشرق میں صدیوں سے متعارف ہے۔
طویل تحقیق اور مسلسل تجربات کے بعد اب جدید سائنس نے بھی حفظِ دندان کے لیے اس کے معجزانہ اثرات کو تسلیم کر لیا ہے۔ چوں کہ کسی دوسرے ٹوتھ پیسٹ میں پیلو شامل نہیں اس لیے پیلو فارمولے کے مطابق ایک نئے ٹوتھ پیسٹ کی ضرورت ناگزیر تھی جو ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ نے پوری کر دی۔
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ دانتوں کو صاف اور مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے اور امراضِ دہن سے محفوظ رکھتا ہے۔
صحتِ اسنان - صحتِ انسان
ھمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
فلورائیڈ کے ساتھ
پیلو کے اوصاف مسوڑھے مضبوط، دانت صاف
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

گھر کے ہر فرد کے لیے ضروری مطالعہ

ماہنامہ ہمدرد صحّت کراچی

مدیر اعلا : ——— حکیم محمد سعید

صحّت کے طریقے اور جینے کے قرینے سکھانے والا رسالہ

صحت کے سہل اور سادہ اُصول
درازیٔ عمر اور بڑھاپے کے سدباب کے طریقے
نفسیاتی و ذہنی اصلاح اور تربیت عادات

- گھریلو مسائل اور تجربے کی باتیں
- غذا، پرہیز اور حفظِ ماتقدم
- بیماریوں کی علامات، اسباب اور علاج
- تازہ ترین طبّی معلومات، تحقیقات، تجربات

ہمدردِ صحّت میں اس قسم کے مفید موضوعات پر ہر ماہ بے حد دلچسپ، معلومات افزا اور خیال انگیز مضامین شائع ہوتے ہیں۔

قیمت : ایک رسالہ ۵/- روپے ، سالانہ ۵۰ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس - ناظم آباد ——— کراچی ۱۸

UNION INTRODUCES ANOTHER QUALITY PRODUCT

UNION
JACK N JILL
TOFFEES
REAL CHEWY CANDY

UNION The Biggest name in wholesome taste

Midas Khi

ٹیلے فون : 616001 سے 616005

ہمدرد
نونہال

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

مجلس ادارت

صدر مجلس — حکیم محمد سعید
مدیر اعلا — مسعود احمد برکاتی
مدیرۂ اعزازی — سعدیہ راشد

شوال — ۱۴۰۶ ہجری
جون — ۱۹۸۶ عیسوی
جلد — ۳۴
شمارہ — ۶

قیمت فی شمارہ — ۴ روپے
سالانہ — ۴۵ روپے
سالانہ (رجسٹری سے) — ۸۱ روپے

پتا : ہمدرد نونہال
ہمدرد ڈاک خانہ
ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

ہمدرد فاؤنڈیشن (پاکستان) نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا۔

اس رسالے میں کیا ہے؟

جاگو جگاؤ	جناب حکیم محمد سعید	۵
پہلی بات	مسعود احمد برکاتی	۶
جشنِ عید (نظم)	جناب تنویر پھول	۷
خیال کے پھول	ننھے گل چیں	۸
سرورِ کونین کے غلاموں کا مرتبہ	ادارہ	۹
فساد	جناب میم ۔ ندیم (علیگ)	۱۱
علم (نظم)	جناب ولی ہاشمی	۱۵
احمد کی مرغی محمود کے گھر	جناب میرزا ادیب	۱۷
سرخ گلاب	جناب وقار محسن	۲۶
بلا جو ٹلتی نہیں	جناب آر ۔ ایل اسٹیونسن	۳۰
طب کی روشنی میں	جناب حکیم محمد سعید	۳۵
ورلڈ فٹ بال کپ	جناب ساجد علی ساجد	۳۹
کارٹون	جناب مشتاق	۴۲
سفید رنگ کا سفوف	جناب معراج	۴۳
میدانِ عمل (نظم)	جناب غنی دہلوی	۵۱
نونہال مصور	ننھے آرٹسٹ	۵۲
اخبار نونہال	ننھے صحافی	۵۳

● ہمدرد انسائکلوپیڈیا جناب علی ناصر زیدی ۵۶ ● انگوٹھی کہاں سے ملی جناب مہروز اقبال ۵۹ ● بزم ہمدرد نونہال ۶۵

● صحت مند نونہال ادارہ ۷۱ ● مسکراتے رہو ننھے مزاح نگار ۷۲ ● بوجھ باذوق نونہال ۷۷

● معلومات عامہ ۲۴۲ ادارہ ۸۱ ● اس شمارے کے مشکل الفاظ ۸۲ ● منتخب کہانیاں فاروق انور، نازیہ فیض بلوچ ۸۳

● نونہال ادیب ننھے لکھنے والے ۸۹ ● ننھے قارئین لکھتے ہیں نونہال پڑھنے والے ۱۰۲ ● معلومات عامہ ۲۴۰ کے جوابات ۱۰۸

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں اُن کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں ۔

اس رسالے کی تمام کہانیوں کے کردار اور واقعات فرضی ہیں ۔ ان میں سے کسی کی کسی حقیقی شخص یا واقعے سے مطابقت محض اتفاقی ہو سکتی ہے، جس کے لیے ادارہ ذمے دار نہ ہوگا ۔

حکیم محمد سعید پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعاتِ ہمدرد ، ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ سے شائع کیا۔

جاگو جگاؤ

مسلمان مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اس کی خوشی میں شریک ہوتا ہے۔ پریشانی میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔ اس پر کوئی زیادتی نہیں ہونے دیتا۔ نہ خود اس پر کوئی ظلم کرتا ہے اور نہ دوسروں کو ظلم کرنے دیتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اپنے بھائی کی کوئی حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دُور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دُور کرے گا۔

اگر سب بھائی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہوں، ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آئیں۔ ایک دوسرے کا غم بٹائیں تو زندگی کتنی مزے دار ہو جائے۔ اگر کوئی بھائی کسی پریشانی میں مبتلا ہو جائے، اس کے پاس کسی چیز کی کمی ہو جائے۔ اس کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو دوسرے بھائی آگے آئیں اور اس کا ساتھ دیں تو اس کی پریشانی دُور ہو سکتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر ہر آدمی صرف اپنی بھلائی میں لگا رہے اور دوسرے بھائی کی پروا نہ کرے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی ہوگا کہ ایک بھائی تو بہت خوش ہے، مگر دوسرا بھائی تکلیفوں میں مبتلا ہے۔ اس میں مزہ نہیں۔ مزہ اُسی وقت ہے جب سب مزے میں ہوں۔ سب خوش ہوں ایک دوسرے کی بھلائی چاہیں، ایک دوسرے کے کام آئیں۔ کسی کو پریشان نہ دیکھ سکیں۔ سچی خوشی اسی کو کہتے ہیں۔

عید منانے کا مزہ بھی اُسی وقت آتا ہے جب سب بھائی خوش ہوں۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

عید آنے والی ہے۔ خوشیوں کا پیغام لانے والی ہے۔ تمام نونہالوں کو عید کی خوشیاں مبارک ہوں۔ ان خوشیوں میں اپنے دوستوں، ساتھیوں اور عزیزوں کو بھی شریک کرو۔ خوشی ہوتی ہی وہ ہے جس میں سب شریک ہوں۔ اگر تمھارے کسی دوست کی خوشی میں کوئی رکاوٹ ہو اور وہ تم دُور کر سکتے ہو تو ضرور دُور کر دو۔ تم دیکھو گے کہ تمھاری خوشی بھی دُگنی ہو گئی۔ دوسروں کو خوش کرنے سے ہی سچّی خوشی ملتی ہے۔

ہمدرد نونہال پڑھنے والے نونہال رسالے کے بارے میں اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور ہمارا دل بڑھاتے ہیں۔ وہ تنقید بھی کرتے ہیں، اعتراض بھی کرتے ہیں، شکایت بھی کرتے ہیں۔ ہم ان کے خط بڑے غور سے پڑھتے ہیں۔ ان کی تعریف سے خوش ہوتے ہیں۔ تعریف سے خوش ہونا انسان کی فطرت ہے اور اس سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔ فائدہ یہ ہے کہ جس کام پر آدمی کی تعریف ہوتی ہے آدمی وہ کام کرنا نہیں چھوڑتا بلکہ اور زیادہ دل چسپی سے کرتا ہے۔ گویا اچھے کام کرنے پر تعریف کرنے سے اچھے کام کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ نونہال جو تنقید یا اعتراض کرتے ہیں ہم اُن پر بھی غور کرتے ہیں اور اگر وہ صحیح ہوں تو ہم اصلاح یا تبدیلی کر لیتے ہیں۔ نونہال جو شکایتیں کرتے ہیں وہ بھی جائز ہوں تو ہم اُن کو بھی دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن شکایتیں زیادہ غلط فہمی یا خوش فہمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ "میری کہانی نہیں چھپی"، "میرا خط نہیں چھپا"، "میرے خط کا جواب نہیں دیا"، "فلاں نونہال کی تحریر تو آپ نے چھاپ دی، مجھ سے کیا دشمنی ہے"، "آپ کراچی والوں کو ہی چھاپتے ہیں"، "آپ اپنے رشتے داروں کی تحریریں ہی شائع کرتے ہیں"۔ ایسی شکایتوں سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے، صدمہ ہوتا ہے، کیوں کہ یہ صحیح نہیں ہیں۔ ہم کئی بار بتا چکے ہیں کہ لاکھوں پڑھنے والوں میں سے ہر ایک یہ چاہے کہ اس کی تحریر چھپ جائے تو یہ ناممکن ہے۔ جب تحریریں بہت ہوں اور جگہ کم ہو تو پھر بہت عمدہ تحریریں ہی چھپ سکتی ہیں۔ اسی طرح ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ ہم ہر نونہال کو عزیز سمجھتے ہیں۔ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہاں پاکستان کے ہر علاقے کے لوگ رہتے ہیں۔ یہاں رسالہ پڑھنے والے بھی سب سے زیادہ ہیں۔ تو اگر کراچی کے نونہالوں کے نام سب سے زیادہ آجاتے ہیں تو اس میں بُری بات تو نہیں ہے، لیکن دوسرے شہر بھی ہمارے اپنے ہیں۔ ہم ان کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ اُن کی تحریریں بھی چھپتی ہیں اور چھپیں گی۔

آخری دو صفحوں پر آوازِ اخلاق کا منشور شامل ہے۔ اس کو ایک بار پڑھ ضرور لینا۔

****

جشنِ عید

تنویر پھول

اُچھلو، کودو، گاؤ، بچّو — جشنِ عید مناؤ بچّو
جلد نہا کر رب کے آگے — سَر کو اپنے جھکاؤ بچّو
شاہ و گدا ہوں ایک ہی صف میں — ہر اِک فرق مٹاؤ بچّو
پڑھو نمازِ عید ادب سے — حق کی دھوم مچاؤ بچّو
نیکی کرنا، مل کر رہنا — سیکھو اور سکھاؤ بچّو
جو بے کس مفلس ہیں جہاں میں — اُن کو بھول نہ جاؤ بچّو
دنیا میں جو دکھیارے ہیں — اُن کے کام تم آؤ بچّو
پیارے نبیؐ کی راہ پہ چل کر — قسمت کو چمکاؤ بچّو
عزّت کرکے اپنے بڑوں کی — اُن سے عیدی پاؤ بچّو
چھوٹوں پر بھی کرنا شفقت — اُن کا دل نہ دکھاؤ بچّو
دوست تمھارے روٹھے ہیں جو — اُن کو آج مناؤ بچّو
شکر کرو ہر حال میں رب کا — حق کو دوست بناؤ بچّو
رب نے تمھیں گر نعمت دی ہے — ہرگز مت اتراؤ بچّو

پھول کا نغمہ سب کو سُنا کر
ہر اِک دل کو لبھاؤ بچّو

خیال کے پھول

★ **حضور نبی اکرمؐ** — اللہ تعالیٰ کو بردباری، وقار اور سنجیدگی پسند ہے۔

مرسلہ: راشدہ منصورہ، نواب شاہ

★ **حضرت علیؓ** — تمھارے پاس تمھاری ضرورت سے زیادہ جو کچھ ہے وہ دوسروں کی امانت ہے۔

★ **امام رازیؒ** — بدترین جھوٹ وہ ہے جس میں کچھ سچ بھی شامل ہو۔ مرسلہ: زاہد رشید، کراچی

★ **بقراط** — میری عظمت کا راز یہ ہے کہ میں نے اپنی جہالت سے آگاہی حاصل کی۔

مرسلہ: تجمل عالم سیال، شمالی کراچی

★ **فردوسی** — بادشاہوں سے کیا ڈرنا، ڈر تو بادشاہوں کے بادشاہ سے ہوتا ہے۔

مرسلہ: فہمیدہ عبدالغفار، دریاباد

★ **کنفیوشس** — آنکھ والا وہ ہے جو اپنے آپ کو دیکھے۔ مرسلہ: عبدالرزاق عبدالغفار، کراچی

★ **گوئٹے** — کوئی شخص ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا، ہم خود ہی اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں۔

مرسلہ: سید ناظم حسین برنی، ملیر

★ **گلیلیو** — دنیا کا کوئی شخص جاہل نہیں۔ ہر شخص سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھا جاسکتا ہے۔

مرسلہ: محمد اجمل ہارون، نیرمان

★ **فرانسیسی کہاوت** — دیانت دار آدمی کے لیے یہ سزا کافی ہے کہ اس کے منہ پر جھوٹی تعریف کر دی جائے۔ مرسلہ: ناصر محمود خٹک، ڈیرہ غازی خاں

★ **مولانا رومی** — دل ایک آئینہ ہے۔ اگر بدی سے پاک ہے تو اس میں خدا بھی نظر آسکتا ہے۔

مرسلہ: یاسمین شیخ، حیدر آباد

★ **والٹیر** — عورت ماں ہو سکتی ہے، بہن ہو سکتی ہے، بیٹی ہو سکتی ہے، بیوی ہو سکتی ہے، مگر کنیز نہیں ہو سکتی، کیوں کہ یہ عورت کی توہین ہے۔

مرسلہ: صوفیہ نورین بلوچ، لطیف آباد

★ **افلاطون** — علم طلب کرنے میں شرم کو رکاوٹ نہ بننے دو۔ جہالت بے شرمی سے بدتر ہے۔

مرسلہ: محمد سلطان، کراچی

★ **کولرج** — جو شخص اچھا سننے والا اور کم بولنے والا ہو اس کا استقبال ہر جگہ اور ہر وقت ہوتا ہے۔

مرسلہ: محمد عمران صدیقی، اسلام آباد

★ ★

سدا بہار قصّے

سرورِ کونین کے غلاموں کا مرتبہ

حضرت زید بن حارثہؓ آں حضرت صلعم کے ذاتی خادم تھے۔ ابتدائی عمر میں کسی نے انھیں غلام بنا کر مکّے میں بیچ دیا۔ حضرت خدیجتہ الکبریٰؓ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے انھیں حضورؐ کی نذر کر دیا۔ آں حضرت صلعم کا اُن سے سلوک بہت اچھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب زیدؓ کے والد اور چچا انھیں لینے آئے اور حضورؐ نے فرمایا، "میری طرف سے اجازت ہے اگر وہ جانا چاہتے ہیں تو جائیں۔" تو حضرت زید نے آں حضرتؐ کی خدمت کو ترجیح دی اور اپنے والد کے ساتھ نہ گئے۔ حضورؐ نے انھیں آزاد کر دیا، لیکن وہ حضورؐ کی بہ دستور خدمت کرتے رہے۔ ان کے مرتبے کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ جنگِ موتہ میں حضورؐ نے انھیں فوج کا سالار مقرر فرمایا اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب (حضورؐ کے چچا زاد بھائی) اور حضرت خالدؓ بن ولید جیسے ممتاز شخص اُن کی ماتحتی میں تھے۔

حضرت اسامہؓ حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ہی بیٹے ہیں۔ ان کی تربیت خاندانِ نبوت میں ہوئی۔ اُن کے مرتبے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فتح مکّہ کے موقع پر وہ حضورؐ کے ساتھ ایک ہی سواری پر بیٹھے تھے۔ پھر غزوۂ شام کے لیے حضورؐ نے انھیں سپہ سالار مقرر فرمایا۔ تمام بلند مرتبہ صحابہ اُن کی ماتحتی میں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں جب یہ لشکر روانہ ہونے لگا تو حضرت عمرؓ کے ذریعے سے حضرت ابوبکرؓ سے کہلایا گیا کہ کسی اور کو سالار مقرر کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، "جسے سردارِ دو جہان نے سردار مقرر کیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ میں اُسے ہٹا دوں۔" چناں چہ جب لشکر روانہ ہوا۔ حضرت اُسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور عرب کی عظیم سلطنت کے امیر حضرت ابوبکرؓ پیدل اُن کے ساتھ ساتھ کچھ دُور چلتے گئے اور انھیں نصیحتیں کرتے گئے۔

ایک کو دوسرے پر اوّلیت نہیں

ابو عُبَیدہ ثقفی اس فوج کے ایک حصّے کے سپہ سالار تھے جو ایران میں لڑ رہی تھی۔ انھوں نے جب چار ریاستوں فرخ، فراوند، جوبارو سما اور زوابی کو زیر کر لیا تو وہاں کے رئیسوں نے اطاعت شعاری کے طور پر عمدہ عمدہ کھانے پکوا کر مسلمان سپہ سالار کے ہاں بھجوائے۔ ابو عبیدہ نے پوچھا "یہ کھانا ساری مسلمان فوج کے لیے ہے یا صرف میرے لیے؟" فرخ کے رئیس نے بتایا کہ یہ صرف آپ کے لیے ہے، کیوں کہ ساری فوج کے لیے اتنی جلدی انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ ابو عبیدہ نے ان کا شکریہ ادا کر کے تمام کھانا واپس کر دیا اور کہا، "مسلمانوں میں ایک کو دوسرے پر اَوّلیت نہیں۔" ان کی شہادت کے بعد سعد بن ابی وَقّاص سپہ سالار مقرر ہوئے تھے جو فاتحِ ایران مشہور ہیں۔

مامون الرشید کو استاد نے مارا

مامون، خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا اور بعد میں خود ایک مشہور خلیفہ ہوا۔ بچپن میں ابو محمد یزیدی اس کے استاد تھے۔ ایک مرتبہ جب استاد پڑھانے گئے تو شاہ زادہ مقررہ وقت پر حرم سے باہر نہ آیا۔ اسے بُلوایا گیا، تب بھی اس نے پروانہ کی۔ خادموں نے استاد سے اس بات کی شکایت بھی کی کہ وہ ملازموں کو بہت مارتا پیٹتا ہے۔ آخر جب مامون پڑھنے آیا تو استاد نے اس کی خوب خبر لی۔ سات بید اس کو مارے۔ وہ روتا جاتا تھا اور آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ استاد کو پریشانی تھی کہ کہیں یہ لڑکا کچھ کا کچھ بتا کر مجھے مصیبت میں نہ ڈال دے، لیکن بعد میں مامون نے بتایا کہ میں استاد کی قدر کرتا ہوں، اس لیے میں نے کسی سے شکایت نہیں کی۔

ایک شاعر کی جرات

آملی جہانگیر کے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ ایک دفعہ جہانگیر نے نشے کی ترنگ میں حکم دیا کہ دربار کے خاص خاص لوگ داڑھی مُنڈوا کر آیا کریں۔ اس حکم پر لوگ بہت سٹ پٹائے۔ کئی امیر بھی دربار میں نہ گئے۔ اسی طرح آملی نے نہ صرف یہ کہ اس حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ دو شعر لکھ کر بادشاہ کو آگاہ کر دیا کہ یہ حکم شرع کے خلاف ہے۔

فساد

م۔ ندیم (علیگ)

ایک ننھا چوہا اور ایک ننھی چوہیا اور ان کے ایک درجن بچّے تھے۔ یہ سب شہر کے ایک گھنی آبادی والے گندے محلّے کے ایک چھوٹے سے مکان کی تاریک کوٹھری میں رہا کرتے تھے۔ یہ مکان ایک گندی گلی کے نکّڑ پر واقع تھا۔ وہاں ایک پانی کا نل بھی لگا ہوا تھا۔ جب برسات آتی تو ساری گلی میں پانی بھر جاتا۔ اس گلی میں بجلی کا کھمبا بھی تھا، لیکن شریر بچّے اکثر بلب توڑ دیا کرتے تھے اس لیے رات کو اندھیرا ہی رہتا تھا۔ گلی میں جگہ جگہ گڑھے بھی تھے۔ اکثر لوگ ان گڑھوں میں گر پڑتے تھے۔

شہر کی دوسری گلیوں کی طرح اس محلّے کی گلیوں اور وہاں کے رہنے والوں کی حالت بھی خستہ تھی۔ بچّے اسکول یا مدرسہ نہیں جاتے تھے۔ صبح سے شام تک کھیلتے رہتے تھے اور ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے اور گالیاں بکتے تھے۔ بچّوں میں لڑائیاں ہوتیں تو ان کی مائیں بھی ایک دوسرے سے لڑ پڑتیں اور خوب چیخ پکار مچاتیں۔ نتیجے میں کبھی کبھی مردوں میں بھی ہاتھا پائی کی نوبت آجاتی۔

یوں تو شہر میں لیڈروں اور افسروں کی کمی نہ تھی، لیکن اس گندی بستی میں کوئی نہیں آیا تھا اور نہ اس بستی کی گندگی دُور کرنے کی طرف توجہ دیتا تھا۔ ہاں پانچ دس سال بعد جب کبھی الیکشن کا زمانہ آتا تب لیڈر لوگ اس گندی بستی میں ضرور نازل ہوتے تھے۔ وہ اس بستی کے ایک ایک دروازے پر جاتے اور ہاتھ جوڑ کر ووٹ کی بھیک مانگا کرتے۔ اِن لیڈروں کی تقریریں بھی ہوتیں، سب کا مطلب کچھ اسی قسم کا ہوتا کہ

"بھائیو! ہمیں آپ کی تکلیفوں کا بہت خیال ہے۔ ہمارا دل آپ کی تکلیفیں دیکھ کر روتا ہے، لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہمیں کچھ اختیار نہیں ہے۔ بس آپ ہمیں ووٹ دیں۔ میں جیت جاؤں گا تو آپ کی اس گندی بستی کی کایا پلٹ ہو جائے گی۔ آپ کی گلیاں درست ہو جائیں گی۔ آپ کے بچّوں کے لیے اسکول بنوا دوں گا اور ہر محلّے میں ایک شفاخانہ بنوا دوں گا۔ بس آپ لوگ مجھے

ووٹ دے کر کام یاب بنا دیں۔"

جب الیکشن ختم ہو جاتا تو پھر اگلے الیکشن تک کوئی لیڈر اِدھر نہیں دکھلائی دیتا تھا اور محلّے کے رہنے والے بھی بھول جاتے کہ انھوں نے کسی کو ووٹ دیا تھا اور کسی نے ان کے محلّے کی گلیاں درست کرانے اور اسکول کھولنے کا وعدہ کیا تھا، شفاخانہ کھُلوانے کی بات کی تھی۔

ہاں تو اسی بستی کے ایک گھر میں چوہے میاں اور ان کا خاندان مزے سے رہا کرتا تھا۔ اس گھر کے لوگ صفائی ستھرائی سے کوسوں دُور تھے۔ گھر بہت چھوٹا سا تھا۔ اس میں آٹھ آدمی رہتے تھے۔ ساتھ میں مرغیاں اور بکریاں بھی پلی ہوئی تھیں۔ صفائی نام کی کوئی چیز وہاں نہیں پائی جاتی تھی۔ چاروں طرف مکھیاں بھنکتی تھیں اور چوہے دوڑتے تھے۔ چوہے میاں اور ان کی بیوی بچے سارے گھر میں بے فکری کے ساتھ گھومتے تھے۔ باورچی خانے میں آٹا، دال، چاول اور روٹیاں سب کھُلا پڑا رہتا تھا۔ چوہے میاں کا سارا خاندان خوب کھا کھا کر موٹا ہو رہا تھا۔ گھر کے لوگوں نے کبھی چوہوں کی طرف توجہ نہیں دی تھی، بلکہ شاید وہ بھی چوہوں کو گھر کا ایک حصّہ ہی سمجھتے تھے۔ مرغیوں اور بکریوں کی طرح۔

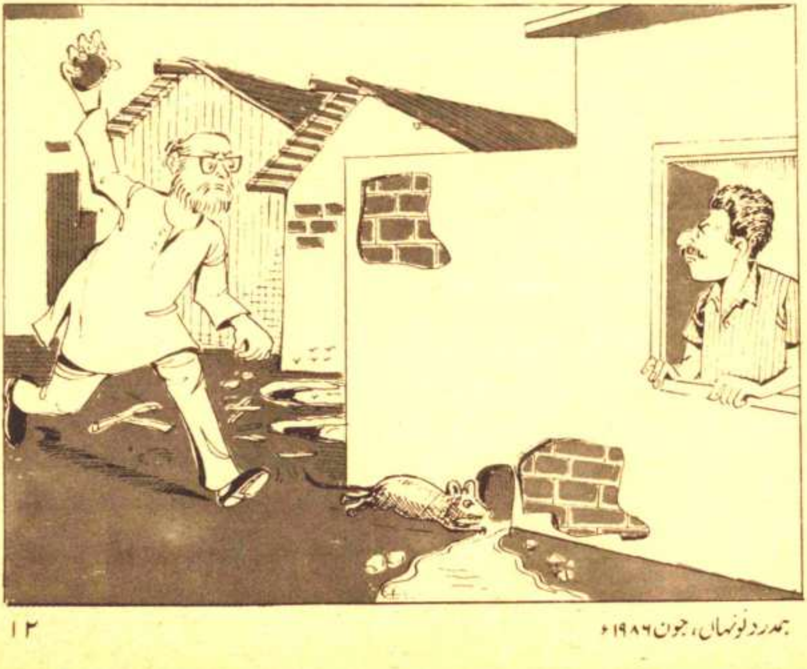

لیکن چند دنوں سے ایک بڑے میاں انسانوں اور چوہوں پر اپنا غصّہ اُتارنے لگے تھے۔ بات یہ تھی کہ یہ بڑے میاں کسی دفتر میں نوکر تھے اور صبح سے جا کر شام کو تھکے ہارے دفتر سے گھر آن کر پھر فائلوں میں جُٹ جایا کرتے تھے۔ اب یہ رِٹائر ہو گئے تھے اور اُن کی پینشن ہو گئی تھی۔ اب اُن کو کوئی کام نہیں تھا اس لیے کبھی بیوی پر کبھی بچّوں پر اور کبھی چوہوں پر اپنا غصّہ اُتارتے رہتے تھے۔ ہر وقت بڑبڑایا کرتے تھے۔ گھر والے اُن سے پریشان تھے۔ اِدھر کچھ روز سے انھوں نے چوہوں کی طرف بھی توجہ دینی شروع کر دی تھی۔

ایک دن صبح کے وقت بڑے میاں کے لیے بیوی نے گھی کا پراٹھا تیار کیا اور چائے وغیرہ کے ساتھ ایک تھالی میں ان کی چارپائی پر رکھ دیا۔ بڑے میاں منھ ہاتھ دھوتے چلے گئے۔ اِدھر چوہے میاں کو حلوے اور پراٹھے کی خوش بُو لگی تو جھٹ بیوی اور ایک درجن بچّوں کو بُلا لائے۔ جب تک بڑے میاں منھ ہاتھ دھو کر آئے تب تک سارا ناشتا وہ صاف کر گئے۔ بڑے میاں نے جو یہ ماجرا دیکھا تو چلّا چلّا کر سارا گھر سر پر اُٹھا لیا اور قسم کھائی کہ چوہوں کو مار کر ہی دم لیں گے۔

بیوی نے اُن کے لیے دوسرا پراٹھا بنایا، حلوہ تیار کیا اور بڑی دیر کے بعد بڑے میاں کا غصّہ ذرا تھما، لیکن چوہوں پر اُن کا قہر نازل ہو گیا۔ وہ اسی وقت بازار گئے اور بڑا سا چوہے دان خرید کر لے آئے۔ پراٹھے کا ٹکڑا اُس میں لگا کر کوٹھری کے اندر رکھ دیا اور خود کان لگا کر بیٹھ گئے۔

چوہے میاں اور ان کے خاندان نے کبھی چوہے دان نہیں دیکھا تھا۔ لکڑی کا خوب صورت گھر دیکھ کر چوہے میاں اس کے اندر داخل ہو گئے۔ اندر جا کر اُن کا دل باغ باغ ہو گیا وہاں پراٹھے کا ٹکڑا بھی تھا۔ اس پر منھ مارا تو کھٹ سے دروازہ بند ہو گیا۔ پراٹھا کھانا بھول گئے۔ بہت اُچھلے کُودے، دوڑے بھاگے، لیکن باہر کا راستہ نہ ملا۔ بڑے میاں نے جو کھٹ سے آواز سُنی تو فوراً اندر جا کر دیکھا اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ ایک موٹا تازہ چوہا اس میں بند ہے۔ وہ دانت پیس کر بولے، "کم بخت کو اب پراٹھا کھانے کا مزہ چکھاؤں گا۔" چوہے میاں کا دل دَھک سے رہ گیا کہ اب بڑے میاں ان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

بڑے میاں نے چوہے دان اُٹھایا اور گھر سے باہر نکل پڑے۔ گلی کے آخری حصّے پر

ایک تالاب تھا جس میں محلّے کی گندی نالیوں کا پانی اکٹھا ہوتا تھا۔ اس گندے پانی کی بدبو سارے محلّے پر چھائی رہتی تھی۔ بڑے میاں نے تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا، کچھ سوچا اور پھر ایک اونچی سی جگہ پر کھڑے ہو کر چوہے دان کا منھ کھول کر چوہے کو پانی میں چھوڑ دیا۔ ان کا خیال تھا کہ چوہا پانی میں ڈوب جائے گا، لیکن چوہا چالاک تھا۔ اس نے پانی میں ایک ڈبکی لگائی اور پھر تیرتا ہوا کنارے پر پہنچ گیا۔

بڑے میاں نے یہ دیکھا تو ایک اینٹ اُٹھا کر اس کو مارنے دوڑے، لیکن چوہا جان بچا کر ایک مکان کی نالی میں جا گھسا۔ مالک مکان بڑے میاں پر غصّہ ہو کر بولا:

"کیوں بڈھے! چوہے چھوڑنے کو میرا ہی گھر رہ گیا ہے؟"

بڑے میاں غصّے میں ہاتھ نچا کر بولے، "زبان سنبھال کر بات کر، چوہا ہی تو ہے ہاتھی تو نہیں ہے۔" پہلے تو آپس میں زبانی لڑائی ہوئی، پھر گالی گلوچ اور آخر میں مار پیٹ تک نوبت آ گئی۔ بڑے میاں کے لڑکے اور رشتے دار آ گئے۔ مالک مکان کے بیٹے اور پڑوسی اکٹھے ہو گئے۔ رفتہ رفتہ سارا محلّہ وہاں جمع ہو گیا۔ اب وہاں دو پارٹیاں بن گئیں۔ ایک بڑے میاں کے حمایتیوں کی اور دوسری اس آدمی کی جس کے مکان میں چوہا گھس گیا تھا۔

دونوں پارٹیوں میں خوب مار پیٹ ہوئی۔ ایک دوسرے پر پتھر پھینکے، لاٹھیاں چلائیں اور سر پھوڑے۔ جب بات بہت بڑھ گئی تو پولیس آ گئی۔ اس نے دونوں طرف کے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ اور جیل بھیج دیا۔ زخمیوں کو ہسپتال پہنچایا گیا۔ دوسرے دن اخباروں میں خبر چھپی:

"چوہوں نے لڑائی کرائی۔ کئی آدمی زخمی۔ بہت سارے فرار۔ چالیس گرفتار۔ فساد کے جرم میں وارنٹ جاری۔ محلّے میں پولیس کا پہرہ۔ محلّے کے لوگ چوہوں سے پریشان۔ حکومت کو چاہیے کہ چوہوں کی بڑھتی ہوئی آبادی پر توجہ دے وغیرہ وغیرہ۔" بڑے میاں کے سَر میں چوٹ آئی تھی۔ انھوں نے جب اخبار پڑھا تو بے چارے چوہوں کو گالیاں دینے لگے۔

چوہے میاں محلّے میں اتنا بڑا ہنگامہ دیکھ کر دل ہی دل میں خوب ہنسے انسانوں کی حماقت پر اور اللہ میاں کا شکر ادا کرنے لگے کہ انھیں انسان نہ بنایا، چوہا بنایا۔ ہاں اُن کو اُن اخبار والوں پر غصّہ آ رہا تھا جو چوہوں کو بلاوجہ بدنام کر رہے تھے۔ انسان آپس میں لڑتے ہیں اور الزام دھرتے ہیں دوسروں کے سر۔

عِلم جنّت کے راستے کا نشاں　　عِلم ہی ہے ذریعۂ عرفاں

عِلم حاصل کرو بہر عنواں　　یہ ہے فرمانِ ربِّ کون ومکاں

عِلم ہے فرض ہر مسلماں پر　　یہ ہے تاکیدِ خاصِ پیغمبرؐ

عِلم انساں پہ فضلِ یزداں ہے　　عِلم ہی امتیازِ انساں ہے

عِلم ہی افتخار کا باعث　　عِلم ہی اعتبار کا باعث

عِلم ہر دَور میں رہا ممتاز　　ہر جگہ عِلم کو ملا اعزاز

عِلم اِک لازوال دولت ہے　　عِلم اِک بے مثال نعمت ہے

عِلم سے تم لگاؤ اپنا دل　　عِلم ہر حال میں کرو حاصل

عِلم کے ساتھ ہے عمل لازم　　چاہیے باعمل ہو ہر عالِم

عِلم سے اپنا واسطہ رکھو
یہ ولی کا ہے مشورہ بچّو

مگر فساد خون سے بچنے کے لئے صافی بہتر ہے

خون میں سرایت کئے ہوئے فاسد مادے
پھوڑے پھنسیوں اور کئی دوسری جلدی بیماریوں
کو جنم دیتے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے صافی باقاعدگی
کے ساتھ استعمال کیجئے۔ خون کی صفائی اور جلدی
بیماریوں سے محفوظ رہنے کا مفید ذریعہ ہے۔

جڑی بوٹیوں
سے تیار شدہ

صافی

ہمدرد

سے خون بھی صاف، جلد بھی صاف

احمد کی مُرغی محمود کے گھر

میرزا ادیب

احمد اسکول سے گھر آیا، کتابیں میز کے اوپر رکھیں، منھ ہاتھ دھو کر اطمینان کے ساتھ چائے پی اور ابھی خالی پیالی تپائی پر رکھی ہی تھی کہ اس کی چھوٹی بہن عالیہ بھاگتی ہوئی آئی اور مسکرا کر بولی:

"بھائی جان! ایک خوش خبری سُنیں گے؟"

"خوش خبری! ضرور سناؤ۔ کیا تمھاری سال گرہ ہے۔ کہیں سے مٹھائی کا بھرا ہوا ڈبّا آیا ہے یا باجی پاس ہو گئی ہیں؟" عالیہ نفی میں سر ہلاتی رہی۔

عالیہ نے احمد کو کمرے میں داخل ہوتے ہی خوش خبری سنائی۔

"تو پھر خوش خبری کیا ہے؟"
"آپ کی وہ مرغی ہے نا سرخ رنگ کی، بڑی پیاری؟"
"اس نے انڈا دیا ہے، مگر انڈے تو وہ دیتی ہی رہتی ہے؟"
"بھائی جان! آپ اسکول گئے اور واپس آ گئے۔ وہ گھر سے باہر نکلی اور لوٹی نہیں۔"
"کیا؟ میری مرغی گم ہو گئی ہے؟"
عالیہ ہاں میں سر ہلانے لگی۔
"کہاں گئی؟ کیوں گئی؟ کیسے گئی؟ آئی کیوں نہیں؟" احمد نے ایک ساتھ یہ سوال کر دیے۔
"ہم کچھ نہیں جانتے بھائی جان! بس یہ جانتے ہیں کہ وہ دالان میں پھر رہی تھی کہ دروازے سے باہر چلی گئی۔ پہلے بھی جایا کرتی تھی اور تھوڑی دیر میں واپس آجاتی تھی۔ اب کے نہیں آئی۔"
"تلاش کیا؟"
"بہت ڈھونڈا۔ نہیں ملی۔ کوئی لے گیا ہے۔"
"کون لے گیا ہے؟"
"بھائی جان اگر ہمیں یہ علم ہوتا کہ کون لے گیا ہے تو وہاں جا کر اُسے لے نہ آتے۔"
احمد نے غصّے سے اپنا دایاں پاؤں زمین پر پٹخا اور یہ کہہ کر باہر چلا گیا، "میں خود ڈھونڈتا ہوں۔"
وہ ہمسایوں کے گھر جا جا کر مرغی ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا کلاس فیلو شمیم جو ہکلا کر بات کرتا تھا اُسے ملا اور اسے اشارے سے ایک طرف لے جا کر رازدارانہ لہجے میں بولا،
"ت... ت.... ت م اپ.... اپ... نی.... م.... م۔ مرغی ڈھونڈ.... ر.... ر.... ہے ہو.... ن.... ا....؟"
"ہاں، دیکھی ہے کہیں؟"
شمیم نے اپنا منھ اس کے کانوں کے اور قریب کر لیا۔
"و.... و.... ہ.... م.... م.... ح.... مود.... ل.... ل.... لے گیا.... ہے۔"
"محمود لے گیا ہے؟"
"م.... م.... میں.... ن.... ن.... نے.... اُس.... ک.... ک.... کے ہاتھ.... م....

م ..... میں ... دیکھی .... تھی۔"

"وہی لے گیا ہو گا اس کے ہاں اپنی مرغیاں بھی ہیں۔"

احمد شمیم کو ساتھ لے کر محمود کے گھر جانا چاہتا تھا کہ ادھر سے ان کے تایا جان آگئے۔ ان کے پوچھنے پر احمد نے مرغی کے کھو جانے اور اسے محمود کے ہاتھ میں دیکھنے کا واقعہ سنا دیا۔

"تو اب تم اس کے گھر جا رہے ہو؟" تایا جان نے پوچھا۔

"جی ہاں، اس سے اپنی مرغی مانگوں گا۔"

"پہلے گھر چلو۔"

اور تایا جان احمد اور شمیم کو گھر لے گئے۔

"دیکھو برخوردار! یہ کوئی بات نہیں ہے کہ شمیم نے تمھاری مرغی کو محمود کے ہاتھ میں دیکھا اور تم چلے اس کے گھر مرغی مانگنے۔ ہو سکتا ہے شمیم کی نظروں نے دھوکا کھایا ہو۔ وہ تمھاری مرغی نہ ہو۔"

"وہ میری ہی مرغی ہو گی۔ شمیم اسے کئی بار دیکھ چکا ہے۔ اس نے میری مرغی پہچان لی ہے۔"

عالیہ نے احمد کو آکر بتایا، "مرغی وہاں موجود ہے۔"

"ج... ج... ی ہاں.... م... م... میں نے.... اُسے.... پ... پ...."
"پہچان لیا تھا یہی کہنا چاہتے ہو!" تایا جان نے شمیم سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
شمیم نے ہاں کر دی۔
"دیکھو احمد! جب تک پوری تحقیقات نہ کر لی جائے کسی پر الزام نہیں لگانا چاہیے؟"
تایا جان نے فرمایا۔
احمد کی باجی بھی آگئی تھیں۔ انھوں نے تایا جان کی تائید کرتے ہوئے کہا، "محمود ایک فسادی لڑکا ہے۔ خواہ مخواہ جھگڑا کھڑا کر دے گا۔"
"درست کہا ہے تم نے۔" احمد کی امّی وہاں آگئی تھیں اور انھوں نے اپنی بڑی بیٹی کی بات سُن لی تھی۔
"میں سمجھتا ہوں احمد، تمھاری باجی نے جس خطرے کا اظہار کیا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ ویسے بھی محاورہ ہے احمد کی پگڑی محمود کے سر۔ اور تمھارے سر پر کبھی پگڑی نہیں دیکھی گئی۔ اس لیے محمود کے سر پر بھی نہیں ہو سکتی۔" تایا جان مسکرا کر کہنے لگے۔
"تایا جان، یہ بات محاورے کی نہیں ہے۔ یہ پگڑی کا معاملہ نہیں ہے۔ مرغی کا معاملہ ہے۔"
"دیکھو بھئی محاورہ غلط نہیں ہو سکتا۔"
تایا جان کے الفاظ سُن کر احمد نے اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا اور کہنے لگا "محاورہ غلط نہیں ہو سکتا مگر مرغی چوری ہو سکتی ہے اور چور محمود ہے۔"
"ایک اور محاورہ بھی ہے۔" باجی بولیں۔
"کیا محاورہ ہے؟" تایا جان نے پوچھا۔
"محاورہ ہے احمد کی داڑھی بڑی یا محمود کی۔"
"ہاں یاد آگیا۔ اس محاورے کا مطلب ہے فضول بحث و تکرار یہاں ہو رہی ہے۔ پہلے تصدیق ہونی چاہیے کہ تمھاری مرغی محمود کے گھر میں ہے یا نہیں۔"
تایا جان نے اپنا فیصلہ سُنا دیا۔
عالیہ جو بڑی خاموشی سے گفت گو سُن رہی تھی بولی، "میں تصدیق کر سکتی ہوں۔"
"وہ کیسے؟" عالیہ کی امی بولیں۔

"امّی! وہ ایسے ___ میں محمود کی بہن کی کتاب لے آئی تھی، واپس کرنے جاتی ہوں۔ محمود کی مرغیاں دالان میں ہوتی ہیں۔ دالان میں سے گزر کر آگے جاؤں گی۔ دیکھ لوں گی میری مرغی وہاں ہے یا نہیں۔"

سب نے اس کی تائید کر دی۔ عالیہ تیزی سے چلی گئی۔ سب بے قراری سے اس کا انتظار کرنے لگے۔ چند منٹ بعد عالیہ لوٹ آئی۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

"ہا ___ ل ___ کل ٹھیک۔"

"کیا بالکل ٹھیک ہے؟"

"مرغی وہاں ہے۔"

"اب بات بنی۔ احمد محمود کے ہاں جاسکتا ہے اپنی مرغی مانگنے۔"

احمد شمیم کے ساتھ نکلنے لگا تو اس کی امّی کہنے لگیں، "احمد لڑائی جھگڑے کی بات نہیں کرنا۔"

احمد بولا، "امّی، آپ جانتی ہیں میں آج تک کسی سے لڑا جھگڑا نہیں۔ اب کیوں جھگڑا کروں گا۔"

تایا جان نے کہا، "ہمیں اپنے احمد پر پورا پورا اعتماد ہے۔"

احمد شمیم کو اپنے ہمراہ لے کر محمود کے ہاں پہنچ گیا۔ محمود نے انھیں اپنے ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ احمد نے بڑے نرم لہجے میں کہا،

"وہ ___ بھائی محمود ہوا یوں کہ میری مرغی سیر و تفریح کے لیے گھر سے باہر جایا کرتی تھی۔ آج وہ دُور چلی گئی اور راستہ بھول گئی۔"

"راستہ بھول گئی۔ او ہو۔ آپ نے اخبار میں تلاش گم شدہ کا اشتہار دیا ہوتا۔" محمود بولا۔

"جی نہیں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ وہ غلطی سے آپ کے گھر میں چلی گئی۔"

"میرے گھر میں چلی گئی؟" محمود نے بہ ظاہر حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں، وہ آپ کے ہاں ہے۔"

محمود فریب کارانہ طور پر مسکرایا، "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ جیسے عقل مند لڑکے کی مرغی بھی عقل مند ہو گی۔ وہ گھر کا راستہ نہیں بھول سکتی۔"

یہ بات سُن کر شمیم کہنے لگا، "م۔م ... میں نے و.... م.... م.... رغی ..... آپ.... ک .... ک ے ہاتھ ..... م.... م.... میں.... د.... د.... دیکھی.... تھ تھ.... ی ...."

محمود نے اسی کے انداز میں ہکلا کر کہا" و... و.... ہ... م...م.... میں.... مار .....
کیبٹ.... س .... س ے ... خر.... خرید.... ک .... ک .... لایا.... تھ ... تھا۔"

شمیم نے منھ بسور لیا۔ احمد اور محمود ہنس پڑے۔

"مجھے یقین ہے میری مرغی آپ ہی کے ہاں موجود ہے۔"

"ٹھیک ـــ سو فی صد ٹھیک۔ آپ کی مرغی میرے پاس ہے تو آپ اس کی نشانیاں بتادیں۔ اگر یہ نشانیاں ٹھیک ہوئیں تو مرغی آپ کی۔ یہ تو آپ کر سکتے ہیں نا؟"

"کر سکتا ہوں۔"

"تو کیجیے۔ بتائیے آپ کی مرغی کا رنگ کیا ہے؟"

احمد فوراً بول اُٹھا"سرخ۔"

"مرغی کا رنگ سرخ ـــ اور وزن کتنا ہے؟"

"وزن؟"

"جی ہاں، اس کا وزن کتنا ہے؟"

"میں نے اسے کبھی نہیں تولا تھا اور تولنے کی ضرورت بھی کیا تھی؟"

"پھر بتائیے مجھے کیسے معلوم ہو کہ آپ درست کہتے ہیں۔ اچھا آپ یہ فرمائیے اس کے پَروں کی تعداد کیا ہے؟"

"یہ آپ کیا پوچھ رہے ہیں۔"

"یہ پوچھ رہا ہوں کہ جس مرغی کو چرانے کا الزام آپ مجھ پر لگا رہے ہیں اس کے پَروں کی تعداد کیا ہے؟"

"آپ تو مذاق کر رہے ہیں۔"

"میں مذاق بالکل نہیں کر رہا۔ آپ سے آپ کی مرغی کی نشانی پوچھ رہا ہوں۔"

احمد اُٹھ بیٹھا اور غصّے سے جانے لگا۔ شمیم بھی اس کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ محمود نے زور سے قہقہہ لگایا اور یہ قہقہہ احمد کو بہت بُرا لگا مگر وہ گھر سے نکل گیا۔

"کیوں بھئی، کیا بات ہے منھ لٹکائے آرہے ہو؟" تایا جان نے احمد کو مایوسی کی حالت میں دیکھ کر پوچھا۔

احمد نے جو کچھ ہوا تھا سُنا دیا۔

"یہ محمود تو میری توقع سے زیادہ ذہین ثابت ہوا ہے۔ خیر، آؤ میں اب تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔ راستے میں محمود کے سوالوں کے جواب سوچیں گے۔" احمد، شمیم اور تایا جان محمود کے گھر چلے گئے۔

"محمود بیٹا!"

"جی فرمائیے۔"

"تمھارے اور احمد کے درمیان ایک جھگڑا پیدا ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں یہ جھگڑا ختم ہو جائے۔ دوستوں میں جھگڑا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔"

"تایا جان! آپ اس کے بھی بزرگ ہیں اور میرے بھی۔ آپ فیصلہ کر دیں میں اس فیصلے کو فوراً مان لوں گا۔"

"یہ تمھاری سعادت مندی ہے محمود بیٹا۔"

محمود نے احمد کی طرف مرغی بڑھاتے ہوئے شرمندگی کا اظہار کیا۔

"یہ اپنی مرغی کی صحیح صحیح نشانیاں بتادے مگر یہ نشانیاں بتا تا ہی نہیں۔" محمود نے کہا۔
"کیوں احمد، اگر تمھاری مرغی ہے تو اس کی ساری نشانیاں تمھیں معلوم ہوں گی۔"
"میں بتانے کی کوشش کرتا ہوں۔" احمد نے کہا۔
"لو محمود پوچھو اس سے۔"
محمود نے پہلا سوال کیا، "مرغی کا رنگ؟"
احمد نے فوراً جواب دیا، "سرخ۔"
"درست ہے۔" احمد نے سر ہلا کر کہا۔
"مرغی کا وزن؟"
احمد سوچ میں پڑ گیا۔ محمود اپنی کام یابی پر مسکرانے لگا۔
تایا جی کہنے لگے، "احمد محمود نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب دو۔"
"کیا جواب دے گا تایا جی، مرغی اس کی ہو تو جواب دے۔"
"جواب دیتا ہوں جی۔ میری مرغی کا وزن اڑھائی کلو ہے۔"
"اڑھائی کلو ــــ محمود تم کیا کہتے ہو۔" تایا جی نے پوچھا۔
"میں نہیں مانتا۔" محمود کا جواب تھا۔
"تو بیٹا! تول کر دیکھ لو۔ ابھی صحیح وزن معلوم ہو جائے گا۔"
محمود اُٹھ کر چلا گیا اور واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں مرغی اور ترازو تھی۔
مرغی کو تولا گیا تو اس کا وزن اڑھائی کلو سے دو چھٹانک کم نکلا۔ یہ دیکھ کر محمود خوشی سے اُچھل پڑا۔
"کیوں احمد! جھوٹا الزام لگاتے ہو۔" تایا جان غصّے سے بولے۔
"میری سنیے تایا جان۔"
"سناؤ۔"
"میری مرغی کا وزن اڑھائی کلو تھا۔ گھر سے بچھڑ کر اتنی اداس ہوئی، اتنی اداس ہوئی کہ اس کا وزن دو چھٹانک کم ہو گیا۔" یہ سُن کر محمود کچھ پریشان ہو گیا۔
"بات معقول ہے محمود بیٹا! تم بھی یقیناً اسے معقول سمجھو گے۔ کوئی اور نشانی پوچھو۔"

"پوچھتا ہوں۔ اس کے پروں کی تعداد بتاؤ۔"

"جی میری مرغی کے پروں کی تعداد نو ہزار نو سو ننانوے ہے۔"

"غلط۔" محمود بول اُٹھا۔

"درست۔" احمد نے اصرار کیا۔

"میں کہتا ہوں یہ غلط ہے۔"

"میں کہتا ہوں درست ہے۔"

دونوں جھگڑنے لگے۔

"جھگڑتے کیوں ہو۔ ابھی اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے محمود بیٹا!"

"فرمائیے تایا جان!"

"مرغی تمھارے پاس ہے نا۔"

"ہے جی۔"

"پر گن لو۔ معلوم ہو جائے گا احمد ٹھیک کہتا ہے یا غلط۔"

محمود کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔

"محمود بیٹا کیا سوچتے ہو۔"

محمود کچھ سوچتا رہا پھر مرغی احمد کی طرف بڑھا کر بولا، "میں اپنے کیے پر نادم ہوں تایا جان۔"

"شاباش محمود بیٹا! سعادت مند اولاد کوئی بُری حرکت کرے اور پھر اس پر ندامت کا اظہار کرے تو اللہ پاک اسے معاف کر دیتا ہے۔"

"میں نے دل سے ندامت کا اظہار کیا ہے۔" محمود سر جھکا کر بولا۔

چائے پینے کے بعد تایا جان، احمد اور شمیم چلنے لگے۔ ہاں ان کے ساتھ احمد کی مرغی بھی تھی۔

بعض نونہال اپنے خط میں، مضمون یا کہانی وغیرہ پر اپنا پتا نہیں لکھتے۔ یاد رکھیے، جب بھی آپ کسی کو خط لکھیں اپنا پتا ضرور لکھیں۔ یہ نہ سوچیے کہ آپ کا پتا جس کو خط لکھ رہے ہیں اُس کے پاس محفوظ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا پتا کھو گیا ہو، یا جواب دیتے وقت اس کو نہیں ملے۔ اگر آپ اپنے کسی عزیز کو بھی خط لکھ رہے ہوں تب بھی اپنا نام اور پتا ہر خط میں ضرور لکھ دیا کیجیے۔ یہ عادت بنا لیجیے کہ جب بھی خط لکھنے بیٹھیں تاریخ اور پتا پہلے لکھ دیں۔

سُرخ گلاب

دقار محسن

تانیہ جامن کے درخت کے نیچے بینچ پر بہت دیر سے اُداس بیٹھی تھی۔ ابھی بارش رُکی تھی۔ بارش نے درختوں کے ایک ایک پتّے کو دھو کر چمکا دیا تھا۔ تیز ہوا کا جھونکا آتا تو پتّوں پر ٹھہرے ہوئے قطرے چاروں طرف موتیوں کی طرح بکھر جاتے۔ آج تانیہ صبح سے اداس تھی۔ اتنے اچھے موسم میں کوئی بھی ساتھ کھیلنے کے لیے نہیں تھا۔ تانیہ کو سب سے زیادہ غصّہ اپنی سہیلی بُلبل پر تھا، جو اُسے بتائے بغیر تین دن سے غائب تھی۔

"ہیلو پیاری تانیہ!" گکروندے کی جھاڑی سے بُلبل کی سریلی آواز سُن کر تانیہ خوشی سے چونک پڑی۔ "کیا ہماری پیاری سہیلی ہم سے ناراض ہے؟" بلبل نے تانیہ کا پھولا ہوا منھ دیکھ کر کہا اور جب گکروندے کی جھاڑی سے بلبل تانیہ کی گود میں آکر بیٹھ گئی تو تانیہ نے شکایت کی:

"جاؤ بُلبُل! ہماری تم سے کٹّی ہے۔ اتنے دنوں سے تم بغیر بتائے غائب ہو۔ میں روز گھنٹوں یہاں بیٹھ کر تمھارا انتظار کرتی ہوں۔"

بھیّا فیصل کو اس طرف آتا دیکھ کر بُلبل پھر سے اُڑ کر انار کے درخت پر جا بیٹھی۔

"تانیہ! تم کس سے بات کر رہی تھیں؟" فیصل نے قریب آکر پوچھا۔

"بُلبُل سے۔" تانیہ نے اپنی فراک پر سے سوکھے ہوئے پتّے جھاڑتے ہوئے کہا۔

"تانیہ تم سے کتنی بار کہا ایسی بے وقوفی کی باتیں نہ کیا کرو۔ کہیں پرندے بھی باتیں کرتے ہیں۔" فیصل نے تانیہ کا مذاق اُڑایا۔ تانیہ نے اس وقت بھیّا سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا، کیوں کہ اسے بُلبل سے بہت باتیں کرنی تھیں۔ فیصل کے جانے کے بعد بُلبل پھر تانیہ کی گود میں آ بیٹھی۔

"ہاں تو پیاری تانیہ! تو تم ابھی تک ناراض ہو۔ دیکھو تم کو تو معلوم ہے کہ میرے دو لڑکے تو پہلے ہی چترال کے جنگلوں میں چلے گئے ہیں۔ تین دن پہلے میں نے اپنی پیاری لڑکی کی بھی شادی کر دی۔ اس نے پھول

باغ میں ایک بہت خوب صورت گھونسلا بنایا ہے۔ دو تین دن سے میں اپنی لڑکی کے گھر چلی گئی تھی۔" "بلبل! جب تم اپنی بیٹی سے اتنا پیار کرتی ہو تو تم نے اس کی شادی کیوں کر دی۔ اسے تم اپنے پاس ہی رکھ لیتیں۔" تانیہ نے کہا۔

"نہیں پیاری تانیہ! ایسا نہیں ہوتا۔ ایک دن تم بھی اپنے پاپا امّی کو چھوڑ کر سسرال چلی جاؤ گی۔"

تانیہ کو بلبل کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ اس نے کہا "نہیں بابا! میں تو اپنے پپا کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ میرے بغیر تو وہ بہت روئیں گے۔"

ڈوبتے سورج کی کرنوں نے درختوں کی پیشانیوں پر سونا مَل دیا تھا۔ پرندے لمبی لمبی قطاروں میں اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ بلبل نے تانیہ کے گال پر پیار کیا اور اگلے دن انگور کا گچھا لے کر آنے کا وعدہ کر کے اُڑ گئی۔

دادی اماں کو تانیہ کی طرف سے بہت فکر تھی۔ ان کا خیال تھا کہ تانیہ باغ میں بیٹھی اپنے آپ سے باتیں کرتی ہے۔ تانیہ کو ہمیشہ سے پھولوں اور پرندوں سے بے حد لگاؤ تھا۔ کیاریوں میں

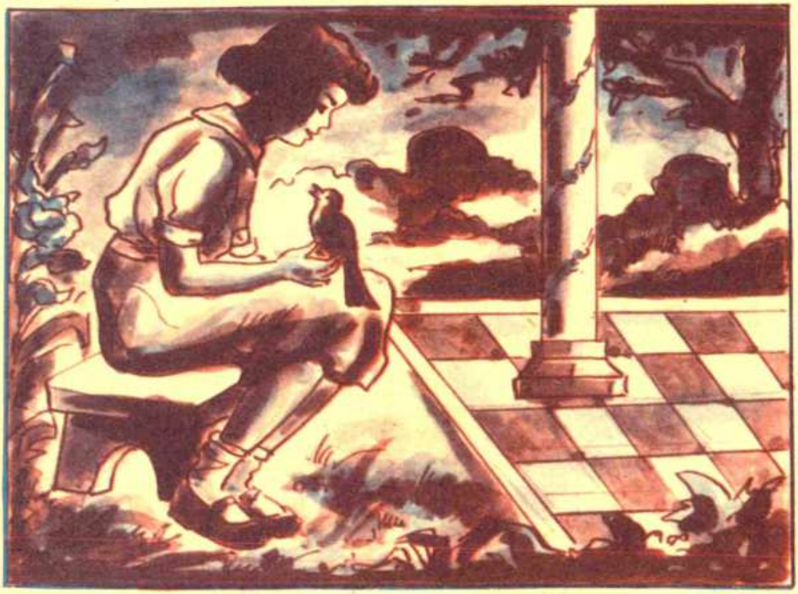

فیصل کے جانے کے بعد بلبل اس کی گود میں آبیٹھی۔

ہوا کے پروں پر جھولتے ہوئے رنگ برنگے پھول اس کو ایسے لگتے جیسے شرارت سے مسکرا رہے تھے۔ ان کے درمیان وہ کبھی خود کو اکیلا محسوس نہیں کرتی تھی۔

ایک ہفتہ پہلے ثانیہ کے پاپا اسلام آباد سے ایک گلاب کا پودا لائے تھے، جو ثانیہ نے کیاری کے بیچ لگا دیا تھا۔ ثانیہ کو اس پودے میں پھول آنے کا بہت انتظار تھا، کیوں کہ اس پودے کی اس نے بہت تعریف سُنی تھی۔

ایک صبح جب ثانیہ سو کر اُٹھی تو اس نے کھڑکی میں سے دیکھا کہ کیاری کے بیچ ایک خوب صورت گلاب کا پھول ہوا کی گود میں جھول رہا تھا۔ یہ پھول اتنا بڑا اور ایسا حسین تھا کہ ثانیہ دیر تک اسے حیرت سے دیکھتی رہی، لیکن ایک بات سے ثانیہ کا دل بجھ گیا۔ گلاب کا رنگ سفید تھا، جب کہ ثانیہ کو سرخ گلاب پسند تھے۔ کاش یہ پھول سُرخ ہوتا، ثانیہ نے حسرت سے سوچا اور جب شام کو بُلبل ثانیہ سے ملنے آئی تو ثانیہ نے کہا: "پیاری بُلبل! تم کیاری کے بیچ میں وہ گلاب کا پھول دیکھ رہی ہو۔" "ہاں، ہاں، بہت خوب صورت پھول ہے۔ معصوم، شفاف، پیارا بالکل تمھاری طرح۔" بلبل نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں بلبل، پھول خوب صورت تو ہے، لیکن کاش یہ سرخ ہوتا۔"

بلبل کے کافی سمجھانے کے باوجود ثانیہ کی افسردگی کم نہ ہوئی۔ اسے ایک ہی رٹ لگی تھی کہ کاش یہ پھول سرخ ہوتا۔ حال آنکہ لان میں سرخ گلاب کے بے شمار پودے تھے، لیکن ثانیہ کو اس پودے کا پھول بہت پسند تھا۔

اگلی شام ثانیہ کو لان میں نہ پاکر بُلبل ثانیہ کے کمرے کی کھڑکی میں جا بیٹھی۔ گھر کے سب لوگ ثانیہ کے کمرے میں جمع تھے۔ ثانیہ کو رات سے شدید بخار تھا اور وہ سرخ پھول کے لیے بُڑبُڑا رہی تھی۔ میز پر بہت سے گلاب کے پھول بکھرے ہوئے تھے لیکن ثانیہ نے ان کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

رات گئے تک بلبل کھڑکی میں افسردہ بیٹھی ثانیہ کو دیکھتی رہی اور جب سب لوگ سونے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تو بلبل ثانیہ کے پاس آئی اور اس کے کان میں کہا: "پیاری ثانیہ! کل سے اس پودے میں سرخ گلاب آئے گا۔" اتنا کہہ کر بلبل نے ثانیہ کو پیار کیا اور اُڑ گئی۔

اس رات ہوا بہت تیز تھی۔ سفید پھول چاندنی میں دمک رہا تھا۔ پھول کے برابر میں ایک لمبا سا نوکیلا کانٹا اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ بُلبل پھول والی شاخ پر جا بیٹھی اور اپنا سینہ

صبح مالی کو گلاب کے پودے کے نیچے ایک بے جان بُلبل ملا۔

کانٹے کی نوک پر رکھ دیا۔ رات بھر خون قطرہ قطرہ کر کے پھول پر ٹپکتا رہا۔

صبح جب تانیہ کا بخار کچھ کم ہوا تو اس نے رضائی سے منھ نکال کر لان کی طرف دیکھا اور تانیہ خوشی سے چیخ اُٹھی۔ گلاب کے پودے پر سرخ گلاب لہلہا رہا تھا۔ ایسا گلاب جس کی خوش بُو پورے لان میں پھیلی تھی۔ بادلوں میں اُڑتے پرندے نیچے آ کر درختوں کی شاخوں پر بیٹھ گئے تھے اور حیرت سے اس حسین پھول کو دیکھ رہے تھے۔

شام تک تانیہ کا بخار بالکل اُتر گیا۔ اس دن وہ رات تک اپنی پیاری بُلبل کا انتظار کرتی رہی تاکہ اس کو وہ پیارا سرخ گلاب دکھا سکے۔ شام کے اندھیرے پھیلتے گئے، لیکن بلبل نہ آئی اور پھر تانیہ نے کبھی اپنی پیاری سہیلی کو نہ دیکھا۔ اس واقعے کو کئی برس بیت گئے ہیں۔ تانیہ اب بڑی ہو گئی ہے۔ تانیہ کو یہ آج تک نہ معلوم ہو سکا کہ جس صبح اس کا بخار اُترا تھا اور اس نے پہلی بار سرخ گلاب کو جھومتے دیکھا تھا اُسی صبح مالی کو گلاب کے پودے کے نیچے ایک بے جان بلبل کا جسم ملا تھا جس کو اس بے پروائی سے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا تھا۔

بلا جو ٹلتی نہیں

آر، ایل، اِسٹیونسن

جزیرہ ہوائی کا ایک باشندہ تھا جس کو میں کیو کے نام سے موسوم کرتا ہوں، کیوں کہ سچی بات یہ ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہے، لہٰذا اس کے نام کو صیغۂ راز میں رکھنا ضروری ہے، لیکن اس کی جائے پیدائش ہونا وَناؤ سے زیادہ دُور نہ تھی جہاں کیو اعظم کی ہڈیاں ایک غار میں دفن تھیں۔ یہ شخص غریب تھا، بہادر اور منچلا تھا۔ اسے ایک اسکول ماسٹر کی طرح لکھنا پڑھنا بھی آتا تھا۔ اس کے علاوہ سمندری سفر کا بھی اسے کافی تجربہ تھا۔ آخر کار کیو کے دل میں سمائی کہ دنیا کی سیر کی جائے، چناں چہ وہ ایک جہاز پر بیٹھ گیا جو سان فرانسسکو جارہا تھا۔

یہ بڑا اچھا شہر ہے۔ اس کی بندرگاہ بھی خوب ہے۔ یہاں بے شمار امیر لوگ رہتے ہیں۔

بوتل کے اندر کوئی ننھی سی چیز حرکت کر رہی تھی۔

یہاں ایک پہاڑی تو ایسی ہے جس پر بے شمار محل ہیں۔ ایک دن کیو اسی پہاڑی پر گھوم رہا تھا۔ اس کی جیب میں رُپے بھرے ہوئے تھے۔ وہ بڑے شوق سے ان خوب صورت عمارتوں کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا، "کتنے خوب صورت ہیں یہ مکانات۔ ان میں رہنے والے کتنے خوش وخرم ہوں گے۔ انھیں کل کی کوئی فکر نہ ہو گی۔"

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے ایک مکان دوسرے مکانوں سے چھوٹا دکھائی دیا، مگر یہ مکان ایک کھلونے کی طرح بے حد خوب صورت تھا۔ کیو اس مکان کو دیکھنے کے لیے رُک گیا۔ اتنے میں اسے مکان کی کھڑکی میں ایک آدمی دکھائی دیا جو اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ شخص بوڑھا تھا۔ اس کا سَر گنجا تھا اور داڑھی سیاہ تھی۔ اس کا چہرہ غم زدہ معلوم ہو رہا تھا اور وہ بار بار آہیں بھرتا جا رہا تھا۔ دراصل کیو اس آدمی پر رشک کر رہا تھا اور وہ آدمی کیو پر رشک کر رہا تھا۔ اچانک وہ آدمی مسکرایا اور اس نے کیو کو رُکنے کا اشارہ کیا اور دروازے پر آکر اس کا استقبال کیا، "میرا یہ گھر بڑا خوب صورت ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے ٹھنڈی سانس لی، "آؤ، میں تم کو پورا مکان دکھاؤں۔" چناں چہ وہ کیو کو لے کر اندر چلا گیا اور اس کو پورا مکان دکھا دیا۔ ہر چیز نہایت عمدہ تھی۔ کیو کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے کہا، "واقعی یہ بڑا خوب صورت مکان ہے۔ میں اگر اس مکان میں رہتا تو ہر وقت ہنستا رہتا، مگر تم اتنے اداس کیوں ہو؟"

"کوئی وجہ نہیں جو تم بھی ایسے مکان میں نہ رہو، بلکہ تم تو اس سے بھی بہتر مکان حاصل کر سکتے ہو۔ تمھارے پاس کچھ رقم ہے؟" اس شخص نے پوچھا۔

"میرے پاس پچاس ڈالر ہیں۔" کیو نے کہا، "مگر ایسا مکان تو پچاس ڈالر میں کہاں ملے گا۔" اس شخص نے کچھ حساب لگا کر کہا، "افسوس ہے کہ تمھارے پاس اور رقم نہیں۔ بہرحال تم کو یہ پچاس ڈالر میں مل جائے گا۔" "یہ مکان؟" کیو نے پوچھا۔

"نہیں، مکان نہیں۔" وہ بولا، "بلکہ بوتل۔ میں تم کو سب بتاتا ہوں۔ یوں تو میں تم کو بڑا امیر اور خوش قسمت نظر آرہا ہوں، مگر میری ساری خوش قسمتی کا سبب یہ بوتل ہے۔"

اتنا کہہ کر اس نے ایک الماری کھولی اور ایک لمبی گردن کی بوتل نکال لی۔ بوتل کا شیشہ دودھ کی طرح سفید تھا اور بوتل کے اندر کوئی ننھی سی چیز حرکت کر رہی تھی۔

"یہ ہے وہ بوتل۔" وہ بولا۔ کیو ہنس پڑا۔ اس پر اس شخص نے کہا، "تم کو یقین نہیں آیا؟

چلو تم خود آزمالو۔ ذرا اس کو توڑنے کی کوشش کرو۔"
چناں چہ کیو نے بوتل لے کر زمین پر پٹخ دی، مگر بوتل نہ ٹوٹی بلکہ وہ ربر کی گیند کی طرح اُچھل کر اوپر آگئی۔
"یہ تو عجیب بات ہے۔" کیو نے کہا، "چھونے سے تو یہ شیشے کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔"
"ہاں، یہ شیشے ہی کی بنی ہوئی ہے۔" اس نے جواب دیا، "مگر اس کا شیشہ جہنم میں بنایا گیا تھا۔ اس کے اندر ایک بھوت ہے جو حرکت کرتا نظر آتا ہے، جو شخص اس بوتل کو خرید لے گا یہ بھوت اس کا غلام ہو جائے گا۔ پھر جو کچھ بھی وہ شخص چاہے گا اس کو حاصل ہو جائے گا۔ نپولین کے پاس یہی بوتل تھی، جس کے ذریعہ سے وہ شہنشاہ بن گیا تھا، مگر آخر کار اس نے اسے بیچ ڈالا اور تباہ ہو گیا۔ کیپٹن کُک کے پاس بھی یہی بوتل تھی اور اسی کے ذریعہ سے وہ کئی جزیروں تک پہنچا، مگر اس نے بھی بعد میں اسے بیچ ڈالا اور پھر ہوائی میں مار ڈالا گیا۔ بات یہ ہے کہ

ہوائی جہاز میں اس نے اپنا بکس کھولا تو بوتل اس کے اندر رکھی تھی۔

جب بوتل بیچ ڈالی جاتی ہے تو اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے اس پر اگر وہ مطمئن نہیں تو پھر وہ برباد ہو جاتا ہے۔

اس پر کیو بولا، "اس کے باوجود تم اس بوتل کو بیچ ڈالنا چاہتے ہو؟"

"بات یہ ہے کہ میں جو کچھ چاہتا ہوں وہ سب حاصل کر چکا ہوں اور اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔" وہ آدمی بولا، "یہ بھوت سب کچھ کر سکتا ہے، مگر زندگی میں اضافہ نہیں کر سکتا اور ہاں، تم سے یہ بات بھی نہیں چھپانا چاہیے کہ اس بوتل میں ایک خرابی ہے۔ اگر مرنے سے پہلے اس بوتل کا مالک اس کو فروخت نہیں کرتا تو پھر ہمیشہ جہنم میں جلتا رہے گا۔"

یہ سُن کر کیو نے کہا، "یہ تو واقعی بہت بڑا عیب ہے۔ میں تو ایسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں۔ مکان کے بغیر بھی میری گزر ہو جائے گی، مگر ہمیشہ جہنم میں رہنا مجھے ہرگز پسند نہیں۔"

اس پر وہ آدمی بولا، "اتنی عجلت نہ کرو اس بھوت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھاؤ اور پھر اس بوتل کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالنا جیسے کہ میں کر رہا ہوں۔"

کیو بولا، "میں تو دو باتیں دیکھ رہا ہوں۔ ایک تو یہ کہ تم ہر وقت آہیں بھرتے رہتے ہو۔ دوسری بات یہ کہ تم اس بوتل کو بہت کم قیمت پر فروخت کر رہے ہو۔"

"میں تم کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں آہیں کیوں بھرتا ہوں۔" وہ شخص بولا، "وجہ یہ ہے کہ میری صحت خراب ہو گئی ہے اور جیسا کہ تم خود کہہ چکے ہو کہ مرنے کے بعد جہنم میں جانا کوئی پسند نہیں کرتا۔ رہا یہ کہ میں اسے کم قیمت پر کیوں بیچ رہا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ لاکھوں برس قبل جب شیطان اس بوتل کو دنیا میں لایا تھا تو یہ نہایت قیمتی تھی، مگر اب یہ صرف کم ہی قیمت پر فروخت کی جا سکتی ہے۔ اگر تم اس کو اس قیمت سے زیادہ پر فروخت کرو گے جو تم نے اس کو خریدنے میں خرچ کی تو یہ بوتل پھر پلٹ کر تمھارے پاس آجائے گی چناں چہ اس کی قیمت گرتی چلی گئی ہے۔ خود میں نے اسے نوّے ڈالر کا خریدا تھا۔ میں اس کو نواسی ڈالر اور ننانوے سینٹس تک فروخت کر سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ اگر لوں گا تو یہ میرے پاس واپس آجائے گی۔ ایک بات اور یہ ہے کہ صرف سکّوں ہی میں اسے فروخت کیا جا سکتا ہے۔" "میں یہ کیسے جان لوں کہ یہ سب کچھ سچ ہے؟" کیو نے پوچھا۔

"تم آزما کر دیکھ لو۔" وہ آدمی بولا، "مجھے تم پچاس ڈالر دے دو اور یہ بوتل لے لو۔ پھر یہ

آرزو کرو کہ تمھارے پچاس ڈالر تمھاری جیب میں واپس آجائیں۔ اگر یہ نہ ہو تو تم اپنی رقم واپس لے لینا۔"

"تم دھوکا تو نہیں دے رہے ہو؟" کیو نے کہا۔ اس پر اس آدمی نے قسم کھائی۔

"اچھا میں دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر کیو نے پچاس ڈالر دے کر بوتل لے لی۔ پھر اس نے کہا، "اے بوتل کے بھوت! میرے پچاس ڈالر میری جیب میں واپس آجائیں۔" اس کا یہ کہنا تھا کہ اس کی جیب اچانک بھاری ہوگئی۔ "واقعی یہ تو عجیب بوتل ہے۔" کیو نے تعجب سے کہا۔ "تو پھر خدا حافظ۔" اس بوڑھے شخص نے کہا۔ "اب یہ بھوت میرے بجائے تمھارے ساتھ رہے گا۔" یہ سُن کر کیو بولا، "ذرا ٹھیرو۔ میں یہ نہیں کرسکتا۔ اپنی بوتل واپس لو۔"

"تم اب اس بوتل کو خرید چکے ہو۔" وہ بولا۔ "اب یہ تمھاری ہے۔ مجھے اب اس سے کوئی سروکار نہیں۔" اتنا کہہ کر اس نے اپنے چینی خادم کو آواز دی اور کیو کو رخصت کر دیا۔

کیو جب سڑک پر آیا تو اس نے جیب میں سے رقم نکال کر گنی۔ ٹھیک پچاس ڈالر تھے۔ سڑک پر سناٹا تھا۔ کیو نے بوتل کو ایک نالی میں رکھ دیا اور چل پڑا۔ دو بار اس نے مُڑ کر دیکھا۔ بوتل اسی جگہ تھی۔ تیسری بار جب اس نے دیکھا اور نکڑ پر گھوما تو بوتل سیدھی آکر اس کے کوٹ کی جیب میں سما گئی۔

"یہ تو واقعی سچ ہے۔" کیو نے اپنے دل میں کہا۔

پھر وہ ایک دُکان پر گیا اور اس نے کارک نکالنے کا آلہ خریدا اور ایک سنسان جگہ پر بوتل کا کارک نکالنے کی کوشش کی، مگر کارک ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب تو کیو بڑا گھبرایا اور بوتل سے ڈرنے لگا۔ راستے میں اسے ایک دُکان دکھائی دی جہاں طرح طرح کی چیزیں فروخت ہوتی تھیں۔ کیو کے دل میں ایک خیال آیا اور وہ دُکان کے اندر چلا گیا۔ وہاں اس نے بوتل کو سو ڈالر میں فروخت کرنے کی کوشش کی۔ دُکان کے مالک نے پہلے تو کم دام لگائے، مگر پھر بھاؤ تاؤ کرتے کرتے دُکان دار نے بوتل کو ساٹھ ڈالر کا خرید لیا۔ کیو اپنے دل میں بڑا خوش ہوا کہ چلو بوتل سے چھٹکارا مل گیا۔

پھر وہ ایک جہاز پر سوار ہو گیا، مگر جب اس نے اپنا بکس کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ بوتل اس کے اندر رکھی ہوئی ہے۔ دراصل بوتل وہ بلا تھی جو ٹلتی نہیں۔

سوال و جواب

طب کی روشنی میں

حکیم محمد سعید

کھانسی اور نزلہ

س : عمر ۱۴ سال، مجھے کھانسی اور نزلے کی شکایت ہے۔ اس کا بہت علاج کروایا، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بس وقتی طور پر فائدہ ہو جاتا ہے پھر ذرا ٹھنڈ لگتی ہے تو تکلیف شروع ہو جاتی ہے اور کھانسی کی آواز عجیب ہوتی ہے۔ نزلہ بھی ہو جاتا ہے۔ یہ شکایت بچپن سے ہے۔ سانس لینے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ براہِ مہربانی کوئی علاج بتائیں۔

آفاق احمد، کراچی

ج : صبح کو خمیرہ نزلی جواہر دار ۶ گرام کھائیے۔ رات کو انفیوزا ۱۲ گرام کو گرم پانی میں گھول کر پینا شروع کر دیجیے۔ ۱۵ دن بعد چھوڑ دیجیے۔ ہاں سب سے موثر علاج یہ ہے کہ نیم کے تازہ پتے پانی میں جوش دے کر چھان کر ذرا سا نمک ملا کر اس سے ناک دھوئیے، صبح و شب۔ کھانسی کے لیے سعالین چوسیے۔

ہاتھ میں درد

س: میری امّی کے سیدھے ہاتھ میں چھ مہینے سے سخت درد ہے، وہ اس کروٹ نہیں سو سکتیں ازراہِ کرم کوئی علاج بتائیں۔

رافیعہ حسنی، کراچی

ج : غالباً محترمہ امّی صاحبہ کی گردن کی ہڈیوں (مہروں) میں تبدیلیاں شروع ہو چکی ہیں۔ ان تبدیلیوں سے جو اکثر و بیش تر زیادہ عمر میں ہوا کرتی ہیں، ان میں سے گزرنے والے پٹھوں (اعصاب) پر دباؤ پڑتا ہے۔ یہ اعصاب ہاتھوں تک آتے ہیں۔ دباؤ سے درد ہوتا ہے۔ اب نیا ایک علاج تو یہ ہے کہ گردن میں کالر ڈال دیا جائے۔ اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ ذرا امّی کو لہسن تو کھلا کر دیکھیے۔ کھانے کے ساتھ دونوں وقت دو تین لہسن کے جوے مہینے بھر تک دیں۔ اس کے

ساتھ ہی وٹامن سی کی ۵۰۰ گرام کی دو دو ٹکیاں ۱۵ دن تک روزانہ دیں اور پھر اگلے ۱۵ دن ایک ایک کم دیں۔ گردن کی ہڈیوں کو گرم پانی سے دھارنا بھی فائدہ مند رہتا ہے۔

چہرے کے دانے

س: کزن کی عمر ۱۶ سال ہے، وہ انٹر کی طالبہ ہے۔ اُس کے چہرے پر دانے ہو جاتے ہیں۔ جب دانے ختم ہو جاتے ہیں تو کالے نشان ہو جاتے ہیں۔ کئی ڈاکٹروں سے علاج کروایا، مگر فائدہ نہ ہوا۔ براہِ مہربانی یہ بتایئے کہ اس کے کالے نشان کس طرح ختم ہوں گے؟

عفت جہاں، جہاں خان، کراچی

ج: بعض نوجوان بچیوں کا واقعی یہ مسئلہ خاصا پیچیدہ ہوتا ہے، مگر اس سے نہ پریشان ہونا چاہیے نہ مایوس۔ جدید تجربات کے مطابق برگ تلسی ۶ گرام کو پانی میں جوش دے کر چھان کر اس میں گلقند ۲۰ گرام گھول کر پینے سے فائدہ ہوگا۔ نیز چہرے پر لگانے کے لیے "حکنول" مرہم اچھی رہتی ہے۔ ہاں غذا میں مرچیں کم کر دینی چاہییں۔

چھوٹا قد

س: میری عمر ۱۴ سال ہے۔ میرا قد بہت چھوٹا ہے اور میں کچھ موٹی بھی ہوں جس کی وجہ سے سب مجھے ٹھگنی، موٹی کہتے ہیں۔ میرا نام کوئی نہیں لیتا بلکہ سب اسی نام سے پکارتے ہیں۔ میں جماعت نہم میں ہوں۔ ازراہِ کرم مجھے کوئی نسخہ بتائیں تاکہ مجھے اس سے نجات مل جائے۔

ف۔ر، کراچی

ج: فرو بیٹی، بات تو واقعی غور کرنے کی ہو گئی ہے۔ اگر قد نہ بھی ٹھگنا ہو تو بھی مٹاپا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ بچپن میں تو میں بھی موٹا تھا، مگر میں نے تعلیم پر توجہ کی تو مُٹاپا آپ ہی آپ رفوچکر ہو گیا۔ ہاں، میں غذا میں احتیاط برتتا تھا۔

دل کا دورہ

س: دل کا دورہ کیوں پڑتا ہے اور اس کی کیا وجوہات ہیں؟

محمد شاہد رزاق، کراچی

ج: دل کا دورہ اُن لوگوں کو زیادہ پڑتا ہے جن کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ دل کی یہ سختی گناہوں کی وجہ سے بھی ہوتی ہے اور انسانوں سے الفت نہ ہونے کی وجہ سے بھی۔ ادب میں اسے

شقی القلبی کہتے ہیں۔ ایسا انسان جو دوسرے انسان سے محبّت نہ کرے، اس کا شریکِ غم ہونا نہ جانتا ہو، اُسے دل کا دورہ پڑنا چاہیے۔ ہاں دل اور دل کی رگوں کی سختی سے بھی دورۂ قلب پڑ جاتا ہے۔ اکثر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو کھانے کے لیے زندہ رہتے ہیں حالانکہ زندہ رہنے کے لیے اگر کھائیں تو اُن کی روح ہمیشہ تازہ رہتی ہے اور دل میں سختی نہیں ہوتی، نور ہوتا ہے۔

ناک کی ہڈی

س: جب میری عمر ۹ سال تھی تو میری ناک کی ہڈی اُبھرنے لگی۔ ابتدا میں اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اب اسی ہڈی کی وجہ سے میرا چہرہ عجیب بے ہنگم سا لگنے لگا ہے۔ مہربانی فرما کر کوئی علاج بتائیے۔ نورین، حیدر آباد

ج: یہ تو بھئی ناک اونچی ہو گئی۔ اس میں بُرائی کیا ہے۔ ناک اونچی کرنے کے لیے تو لوگ نہ جانے کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر حالات میں ناک اونچی کرنے کے لیے رُپے پیسے کا بہاؤ دیکھا جاتا ہے، مثلاً شادیوں میں جہیز ناک کا مسئلہ ہے۔ شادی کے کھانوں میں ناک اونچی کرنے کی خاطر مقابلے ہو رہے ہیں۔ روز روز شادی گھر بنتے چلے جا رہے ہیں اور چھوٹے پڑتے جا رہے ہیں۔ اس میدان میں بڑے بڑے بزرگ بھی دوڑ رہے ہیں۔ ان کے رہائشی مکانات شادی گھر بن رہے ہیں۔ اب ان دنوں ناک اونچی کرنے کے لیے جلسے بازیاں اور جلوس بازیاں ہو رہی ہیں۔ کون بڑا جلسہ بُلاتا ہے اور کون لمبا جلوس نکالتا ہے۔ یہ سب ناک اونچی کرنے کے فسادات ہیں۔ اب اگر آپ کا اصرار یہی ہے کہ اونچی ناک کو نیچا کر لیا جائے تو میں کیسے آپ کو روک سکتا ہوں۔ اس کے لیے آپ کو کسی ماہر جرّاح سے مشورہ کرنا ہوگا۔ ایسے آپریشن کو "پلاسٹک سرجری" کہا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ لیاقت ہسپتال، کراچی میں ایک ماہر حال ہی میں امریکا سے آئے ہیں۔ اچھے پلاسٹک سرجن ہیں۔

کالم طب کی روشنی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا اندازہ آنے والے بے شمار خطوط سے ہو رہا ہے۔ اکثر نونہال اس قسم کے سوالات بھیج رہے ہیں جن کے جواب رسالے میں شائع نہیں کیے جا سکتے۔ ایسے نونہالوں کو چاہیے کہ وہ اپنا مکمل پتا ضرور لکھیں، تاکہ انھیں خط کے ذریعے سے ضروری مشورہ دیا جا سکے۔ مطب ہمدرد کے ماہر اطبا کسی معاوضے کے بغیر یہ خدمت انجام دیتے ہیں، جو نونہال اپنے سوالات کے جلد جوابات چاہتے ہیں وہ بھی اپنا پتا ضرور لکھیں۔ اگر آپ رسالے میں جواب چاہتے ہیں تب بھی اپنا پتا ضرور لکھیے۔

تمام طلباء و طالبات کی دلپسند

نوٹ بکس

پی پی پی برانڈ

ملک بھر کے یوٹیلیٹی اور کینٹین اسٹورز اور اسٹیشنری کی
دوکانوں میں مقررہ داموں پر دستیاب ہیں۔

پاکستان پیپر پروڈکٹس لمیٹڈ
پوسٹ بکس نمبر ۷۴۳۸ - کراچی ۳

786/PPP-16/84

میکسیکو ورلڈ کپ

فٹ بال کی دل چسپ اور سنسنی خیز دنیا کا دروازہ کھل رہا ہے

ساجد علی ساجد

لاطینی امریکا کا ملک میکسیکو دنیا میں ان تمام لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، جو فٹ بال میں تھوڑی بہت دل چسپی لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میکسیکو سٹی میں ان دنوں "ورلڈ کپ فٹ بال" کے نام سے فٹ بال کے دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ سنسنی خیز مقابلے ہو رہے ہیں۔ ان مقابلوں میں دنیا بھر سے چوبیس ملکوں کی صفِ اوّل کی ٹیمیں حصّہ لے رہی ہیں۔ ان ٹیموں کا تعلق یورپ، لاطینی امریکا، افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ سے ہے۔ ان ٹیموں میں میزبان ملک میکسیکو کے علاوہ موجودہ چیمپین اٹلی، برازیل، جرمنی، بلغاریہ، فرانس، انگلستان، الجزائر، مراکش، ڈنمارک، بیلجیم

ورلڈ کپ سے پہلے جرمنی اور انگلستان کے پریکٹس میچ کا منظر

اسکاٹ لینڈ، یوراگوئے، پیراگوئے، روس، عراق، کینیڈا، ارجنٹائن، جنوبی کوریا، ہنگری، پولینڈ، اسپین اور پرتگال شامل ہیں۔

میکسیکو کے انیزٹیک اسٹیڈیم میں جہاں ایک لاکھ دس ہزار تماشائیوں کے دیکھنے کی گنجائش ہے، یہ بڑا ٹورنامنٹ شروع ہوا ہے اور وہیں اس کا فائنل ۲۹ جون کو کھیلا جائے گا۔ اسی اسٹیڈیم میں ۱۹۷۰ء میں بھی نویں ورلڈ کپ فٹ بال کا فائنل کھیلا گیا تھا

فٹ بال کی عالمی تنظیم "فیڈریشن انٹرنیشنل ڈی فٹ بال ایسوسی ایشن (فیفا)" ۱۹۰۴ء میں قائم ہوئی تھی اور اسی کے زیرِ اہتمام ورلڈ کپ کی ابتدا ہوئی تھی۔ چیمپین ٹیم کو دیے جانے والے ورلڈ کپ کا نام فیفا کے صدر کے نام پر جولز ریمٹ کپ رکھا گیا تھا۔ اس طرح پہلا ورلڈ کپ ۱۹۳۰ء میں یوراگوئے کے شہر مونٹی ویڈو میں ہوا، جس میں میزبان ملک یوراگوئے چیمپین بنا۔ اس سے پہلے اولمپک جیتنے والی ٹیم ہی دنیا کی چیمپین ٹیم سمجھی جاتی تھی، مگر پھر ورلڈ کپ کو یہ مقام حاصل ہوگیا۔ ۱۹۳۰ء کے بعد سے ورلڈ کپ کے مقابلے ہر چار سال بعد ہوتے ہیں اور اب تک بارہ ورلڈ کپ کھیلے جا چکے ہیں۔ صرف درمیان میں دوسری جنگِ عظیم کی وجہ سے ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۶ء کے ورلڈ کپ مقابلے نہیں ہو سکے تھے۔ ۱۹۳۰ء کے بعد دوسرا اور تیسرا ورلڈ کپ ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۸ء میں اٹلی نے جیتا۔ پھر جب دوسری جنگِ عظیم کے بعد ۱۹۵۰ء میں تیسرا ورلڈ کپ کھیلا گیا تو کامیابی پھر یوراگوئے کے حصے میں آئی۔ ۱۹۵۴ء میں ورلڈ کپ مغربی جرمنی نے جیتا۔ ۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۲ء میں ورلڈ کپ کی کامیابیاں برازیل کے حصے میں آئیں۔ ۱۹۶۶ء کا ورلڈ کپ انگلستان نے اپنی میزبانی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جیتا۔ ۱۹۷۰ء میں ایک مرتبہ پھر برازیل نے ورلڈ کپ انگلستان سے چھین لیا۔ ۱۹۷۴ء میں ورلڈ کپ مغربی جرمنی نے جیتا۔ ۱۹۷۸ء کا ورلڈ کپ ارجنٹائن کے حصے میں آیا۔ ۱۹۸۲ء میں اٹلی نے پھر ورلڈ کپ جیت لیا۔

ورلڈ کپ کے مقابلوں کے اس سفر سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ورلڈ کپ کے لیے یورپ اور لاطینی امریکا کے ملکوں کے درمیان چھینا جھپٹی ہوتی رہی ہے، جس کا اندازہ ورلڈ کپ چیمپین ٹیموں کی مندرجہ ذیل فہرست سے کیا جا سکتا ہے :

اٹلی (۱۹۳۴ء، ۱۹۳۸ء اور ۱۹۸۲ء) برازیل (۱۹۵۸ء، ۱۹۶۲ء، اور ۱۹۷۰ء) مغربی جرمنی (۱۹۵۴ء اور ۱۹۷۴ء)، یوراگوئے (۱۹۳۰ء اور ۱۹۵۰ء) انگلستان (۱۹۶۶ء) ارجنٹائن (۱۹۷۸ء)

اگرچہ اس بار افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ سے بھی خاصی طاقت ور ٹیمیں مقابلوں میں حصّہ لے رہی ہیں، تاہم اس بات کا امکان کم ہی ہے کہ ورلڈ کپ لاطینی امریکا سے باہر جا سکے۔

یورپ کی کسی فٹ بال ٹیم کے جیتنے کے امکانات اس لیے کم ہیں کہ میکسیکو کا موسم اور ماحول یورپی ٹیموں کے حق میں نہیں ہوگا اور انھیں سطح سمندر سے خاصی بلندی پر سخت گرمی اور حبس میں لاطینی امریکا کی بہترین ٹیموں سے کھیلنا ہوگا۔ ایسے میدانوں میں جہاں بیٹھے ہزاروں تماشائی بھی ان کے خلاف شور مچائیں گے۔

اس کے علاوہ ورلڈ کپ مقابلوں کی خاص خاص باتیں یہ ہیں کہ کسی ورلڈ کپ فٹ بال ٹورنامنٹ میں اب تک سب سے زیادہ گول جرمنی کے جرڈ ملر نے کیے ہیں، جنھوں نے ۱۹۷۴ء کے ورلڈ کپ میں ۱۴ گول کیے تھے۔ اس ورلڈ کپ کا فائنل جرمنی نے ہالینڈ کو ہرا کر جیتا تھا۔ ورلڈ کپ فائنل میں اب تک سب سے زیادہ گول کرنے کا اعزاز انگلستان کے جیف ہرسٹ کو حاصل ہوا، جنھوں نے ۱۹۶۶ء کے ورلڈ کپ فائنل میں مغربی جرمنی کے خلاف تین گول کیے تھے۔ برازیل کو ۱۹۷۰ء میں جو کام یابی ہوئی تھی اس کی خصوصیت یہ تھی کہ تیسری فتح حاصل کر کے اس نے جولزریمٹ کپ ہمیشہ کے لیے حاصل کر لیا تھا۔ یوں تو ورلڈ کپ فائنل راؤنڈ کے ہر میچ کو ہی ہزاروں کی تعداد میں تماشائی دیکھتے ہیں، لیکن اب تک سب سے زیادہ تماشائیوں نے ۱۹۵۰ء میں برازیل اور یوراگوئے کا فائنل دیکھا ہے، جس کی تعداد دو لاکھ پانچ ہزار تھی۔

ورلڈ کپ میں شرکت کے لیے اپنے آپ کو اہل ثابت کرنا ہی بہت بڑی بات سمجھی جاتی ہے اور ورلڈ کپ سے پہلے دو تین سال تک دنیا بھر میں مختلف ملکوں کی ٹیمیں اپنے آپ کو شرکت کا اہل بنانے کے لیے کھیلتی رہتی ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات اگرچہ اب تو ایک خواب ہی لگتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ بھارت نے بھی ۱۹۵۰ء میں ورلڈ کپ کے لیے اپنے آپ کو اہل ثابت کر لیا تھا۔ یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ اس مرتبہ پھر میکسیکو میں فٹ بال کے دل چسپ اور سنسنی خیز مقابلے ہوں گے، جو ۳۱۔ مئی ۱۹۸۶ء کو شروع ہو کر ۲۹۔ جون ۱۹۸۶ء کو نقطۂ عروج پر پہنچیں گے۔ دنیا بھر میں کروڑوں افراد ٹیلی وژن پر یہ مقابلے دیکھیں گے۔ ۲۹۔ جون کو کون سی دو ٹیمیں ایک دوسرے کے مدِمقابل اُتریں گی؟ ابھی اس بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ تاہم اس مقام تک پہنچنے کے لیے بھی ٹیموں کو سخت مقابلے کرنے ہوں گے اور بہترین کھیل دکھانا ہوگا۔

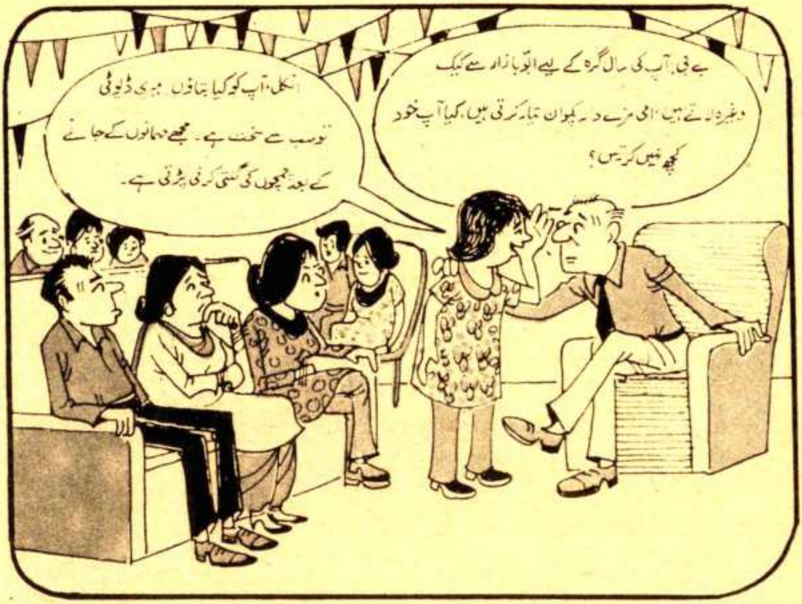
بے بی آپ کی سال گرہ کے لیے ابّو بازار سے کیک وغیرہ لاتے ہیں امی مزے دار پکوان تیار کرتی ہیں، کیا آپ خود کچھ نہیں کرتیں؟
انکل، آپ کو کیا بتاؤں۔ میری ڈیوٹی تو سب سے سخت ہے۔ مجھے مہمانوں کے جانے کے بعد چمچوں کی گنتی کرنی پڑتی ہے۔

AZG
DF SE
HIKLN
MPOR
QTUY
WBX
منّے! شاباش، شاباش، پڑھو تو کیا لکھا ہے۔
ابّو آپ نے تو کہا تھا کہ چشمے کے لیے ڈاکٹر صاحب کے پاس جا رہے ہیں، مگر یہ تو اسکول ہے اور ماسٹر صاحب پڑھنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔

سفید رنگ کا سفوف

دل شاد احمد

بہت دن گزرے کسی ملک میں ایک بادشاہ کی حکومت تھی۔ یہ بادشاہ انسانوں کے علاوہ جانوروں کی بولیاں، اُن کا رہن سہن اور طور طریقے جانتا تھا۔ اس کی عقل مندی کی شہرت دُور دُور کے ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ بادشاہ کے دسترخوان پر قسم قسم کے کھانے چُنے جاتے تھے۔ اس کا یہ روز کا معمول تھا کہ جب وہ کھانا کھا چکتا تو کہتا، "اب وہ خاص چیز حاضر کی جائے۔"

ایک بہت ہی وفادار اور قابلِ اعتماد نوکر، جس کا نام طارق تھا، ایک شیشی بادشاہ کے سامنے پیش کرتا۔ جب نوکر وہاں سے چلا جاتا تو بادشاہ بالکل تنہائی میں وہ شیشی کھولتا اور اس میں سے سفوف

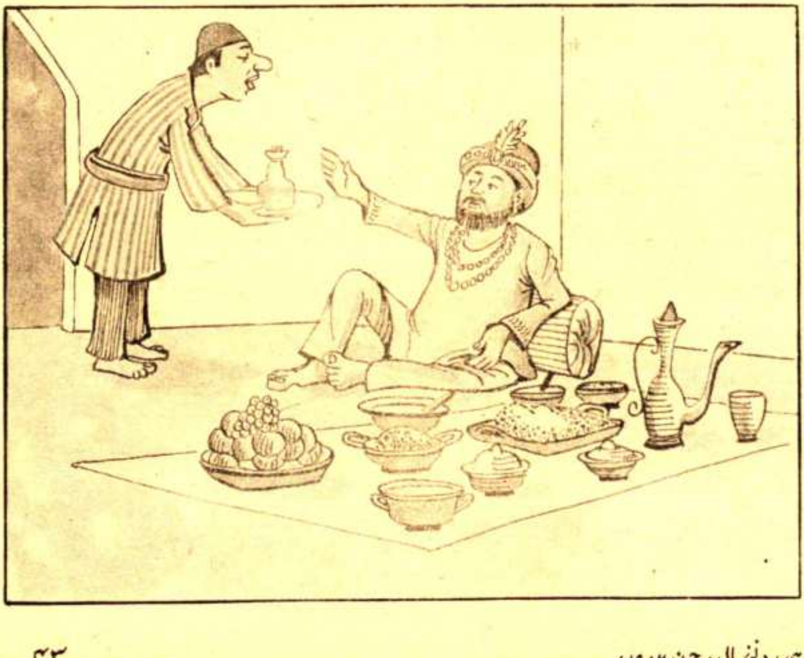

کی چٹکی لے کر کھا لیتا۔ پھر وہ شیشی کو اچھی طرح بند کر کے اسی وفادار نوکر کے حوالے کر دیتا۔

بہت دِنوں تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہا۔ ایک دن طارق کے دل میں آئی کہ دیکھنا تو چاہیے کہ اس شیشی میں کیا چیز ہے؟ چناں چہ اس نے شیشی کو کھول کر دیکھا۔ اس میں ایک سفید رنگ کا سفوف تھا۔ طارق نے یہ سفوف چکھ لیا۔ سفوف کے چکھتے ہی اس پر دنیا کے پوشیدہ راز ظاہر ہونے لگے۔ جانوروں کی بولیاں اس کی سمجھ میں آنے لگیں۔ قریب ہی ایک چڑیا چہچہا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی، "دو تین ٹہنیاں اور گھاس کی کچھ پتّیاں اور چاہییں، پھر ہمارا گھونسلا تیار ہو جائے گا۔"

چڑا بولا، "اری نیک بخت، تو اسے گھونسلا کہتی ہے؟ ایسا شان دار گھر تو کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوا ہو گا۔"

طارق یہ سُن کر ہنس پڑا۔ اس نے اوپر کی طرف دیکھا۔ درخت کی ٹہنی پر ایک چڑیا اور چڑا بیٹھے ہوئے تھے۔ طارق سمجھ گیا کہ یہ سب اسی سفوف کا اثر ہے کہ وہ جانوروں کی بولیاں سمجھنے کے قابل ہو گیا ہے۔

کچھ دِنوں بعد ملکہ کی انگوٹھی گم ہو گئی۔ ملکہ کو انگوٹھی کھو جانے کا بہت رنج اور افسوس تھا۔ بادشاہ نے طارق کو بُلا کر حکم دیا، "تم تین دن کے اندر اندر ملکہ کی انگوٹھی تلاش کر کے لاؤ ورنہ تمھارا سَر قلم کروا دیا جائے گا۔"

طارق یہ سُن کر بہت فکرمند ہوا۔ وہ دل میں سوچنے لگا کہ میں نے زندگی بھر بادشاہ کی بے حد خدمت کی۔ اس نے میری خدمت اور وفاداری کا کیا انعام دیا؟ لوگ سچ کہتے ہیں کہ بادشاہوں کے مزاج کو بدلتے کوئی دیر نہیں لگتی۔ کبھی گالیاں کھا کر نوازتے ہیں اور کبھی سلام سُن کر بگڑ جاتے ہیں۔ طارق ایک تالاب کے کنارے کھڑا ہو گیا اور اپنی بدنصیبی پر آنسو بہانے لگا۔ وہ اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ میں ملکہ کی انگوٹھی کہاں تلاش کروں۔ اگر تین دن تک میں اپنے مقصد میں کام یاب نہ ہو سکا تو بادشاہ ضرور سر قلم کروا دے گا۔"

اتنے میں دو بطخیں اس کے پاس سے گزریں۔ ایک بطخ بولی، "بہن کل سے میرے پوٹے میں درد ہو رہا ہے۔ کل ملکہ تالاب کے کنارے ٹہل رہی تھی کہ اس کی انگلی سے انگوٹھی پھسل کر گھاس پر گر پڑی۔ میں نے فوراً وہ انگوٹھی نگل لی۔ بس اسی وقت سے میرے پوٹے میں درد شروع ہو گیا۔"

طارق اپنی خوش قسمتی پر بہت خوش ہوا۔ جس چیز کی اسے تلاش تھی وہ خود ہی اس کے پاس پہنچ گئی۔ طارق بطخ کو پکڑ کر باورچی کے پاس لے گیا۔

باورچی بولا، "یہ تو بہت موٹی اور چربیلی بطخ ہے۔ اسے کھا کر بادشاہ سلامت کو بہت لطف آئے گا۔"

اس نے بطخ کو ذبح کیا۔ جوں ہی اس نے بطخ کا پوٹا چیرا، اس میں سے ملکہ کی انگوٹھی نکل آئی۔ طارق انگوٹھی لے کر ملکہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہا، "مانگو کیا انعام چاہتے ہو؟"

طارق کا دل بادشاہ کی نوکری سے کھٹا ہو گیا تھا۔ اس نے کہا، "عالی جاہ، بہت دنوں سے میری دلی آرزو تھی کہ میں دنیا میں خوب گھوموں پھروں اور ملک ملک کی سیر کروں۔ سرکار، آپ کی بہت مہربانی ہوگی اگر آپ مجھے ایک تیز رفتار گھوڑا اور سفر کے لیے خرچہ عطا فرما دیں۔"

بادشاہ نے طارق کو ایک بہت عمدہ گھوڑا اور اشرفیوں کی تھیلی انعام میں دی۔ طارق اُسی دن دنیا کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس نے کسی کو مدد کے لیے پکارتے ہوئے سُنا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ یہ آواز ندی کے کنارے اُگی ہوئی گھاس میں سے آ رہی تھی۔ طارق گھوڑے سے نیچے اُترا۔ اس نے گھاس کو ہٹا کر دیکھا۔ تین مچھلیاں اُلجھی ہوئی گھاس کے جال میں پھنسی ہوئی تڑپ رہی تھیں۔ طارق نے گھاس کو ہٹا کر مچھلیوں کو نکالا اور انھیں پانی میں چھوڑ دیا۔

مچھلیاں بولیں، "ہم تمھاری اس مہربانی کو کبھی نہیں بھول سکتیں۔ اگر کبھی موقع ملا تو ہم بھی تمھارے کام آئیں گی۔"

طارق ہنس کر بولا، "تم چھوٹی چھوٹی سی مچھلیاں ہو، تم بھلا میرے کیا کام آ سکتی ہو؟"

مچھلیاں بولیں، "کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہم چھوٹی چھوٹی ضرور ہیں، لیکن احسان فراموش نہیں ہیں۔ اگر تمھیں ہماری ضرورت پیش آئے تو ہمیں ضرور یاد رکھنا۔"

یہ کہہ کر مچھلیاں غوطہ مار کر ندی کے پانی میں غائب ہو گئیں۔ طارق گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ وہ ایک گھنے جنگل میں پہنچ گیا۔ اچانک اس نے ایک مدھم سی آواز سُنی۔ اس نے دیکھا کہ یہ چیونٹیوں کی ملکہ ہے جو انھیں حکم دے رہی تھی، "سب چیونٹیاں اپنے بِلوں میں گُھس جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ سوار تمھیں کچل ڈالے۔"

طارق نے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ وہ گھوڑے سے اُتر کر ملکہ کے پاس پہنچا اور بولا، "ملکۂ عالیہ، آپ فکر نہ کیجیے، میں اپنے گھوڑے کو دوسرے راستے سے لے جاؤں گا۔"

چیونٹیوں کی ملکہ بولی، "تمھارا بہت بہت شکریہ۔ تم نے ہماری جان بچائی ہے، اگر کبھی موقع ملا تو ہم بھی تمھارے کام آئیں گے۔"

طارق ہنس کر بولا، "تم بہت چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں ہو، تم بھلا میرے کیا کام آسکتی ہو؟"

چیونٹیوں کی ملکہ بولی، "اے بنی آدم، کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہم چھوٹی چھوٹی ضرور ہیں، لیکن احسان فراموش نہیں ہیں، اگر کبھی تم پر مصیبت پڑی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گی۔"

طارق گھوڑے پر سوار ہو کر آگے چلا۔ اب گھنا جنگل شروع ہو چکا تھا۔ راستے میں اس نے پہاڑی کوّے کے تین بچّے زمین پر گرے ہوئے دیکھے۔ وہ اتنے چھوٹے چھوٹے تھے کہ اُڑ کر اپنے گھونسلے میں نہیں جا سکتے تھے۔

ایک بچّہ چلّانے لگا، "ہماری مدد کرو۔ ہم بھوک سے مرے جا رہے ہیں۔"

دوسرا بچّہ بولا، "لومڑی ہماری تاک میں ہے۔ وہ ہمیں کھا جائے گی۔"

طارق نے کوّے کے بچّوں کو روٹی کے ٹکڑے کھلائے، پھر انھیں اُٹھا کر گھونسلے میں رکھ دیا۔

ایک بچّہ بولا، "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے ہماری جان بچائی ہے، اگر کبھی موقع ملا تو ہم آپ کے احسان کا بدلہ ضرور چکائیں گے۔"

کچھ دن بعد طارق ایک دوسرے ملک میں جا پہنچا۔ وہاں کے بادشاہ نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص شہزادی کی تین شرطیں پوری کر دے گا اُس کی شادی شہزادی کے ساتھ کر دی جائے گی۔ جو شخص ان شرطوں کو پوری نہ کر سکے گا اُس کا سر قلم کروا دیا جائے گا۔"

شہزادی کے ساتھ شادی کرنے کے لالچ میں بہت سے لوگ اپنی جان گنوا بیٹھے تھے۔ طارق نے اپنے دل میں سوچا قسمت آزمانی چاہیے۔ شاید مقدّر ساتھ دے اور کام یابی ہو جائے۔ وہ شہزادی کے سامنے حاضر ہوا۔ وہ طارق کو ایک اونچی پہاڑی پر لے گئی۔ پہاڑی کے دامن میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ شہزادی نے اپنی انگوٹھی اُتاری اور بپھری ہوئی موجوں میں پھینک کر بولی، "میری پہلی شرط یہ ہے کہ تم اس انگوٹھی کو سمندر کی تہ سے نکال کر لاؤ۔"

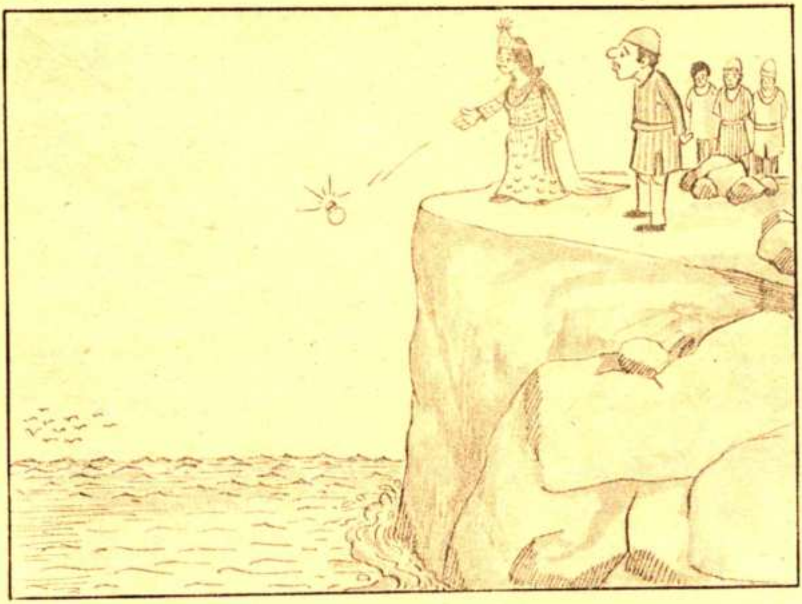

جو لوگ یہ تماشا دیکھنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے تھے انھیں یقین ہو گیا کہ طارق ان طوفانی موجوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ طارق نے اپنی جان سے بے پروا ہو کر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ سمندر کی لہروں میں جب کچھ ٹھیراؤ پیدا ہو گیا تو طارق نے دیکھا کہ تین مچھلیاں تیزی سے اس طرف آ رہی ہیں۔ دو مچھلیوں نے اسے سہارا دیا اور ڈوب جانے سے بچایا۔ اس نے مختصر طور سے بتایا کہ اگر وہ شہزادی کی انگوٹھی حاصل نہ کر سکا تو شہزادی اُسے جان سے مروا دے گی۔ وہ دونوں مچھلیاں طارق کو سہارا دے کر کنارے تک چھوڑ آئیں۔ تیسری مچھلی سمندر کی تہ سے شہزادی کی انگوٹھی نکال کر لائی۔

جب طارق نے شہزادی کو انگوٹھی دی تو سب لوگ بے حد خوش ہوئے، لیکن شہزادی کا منھ لٹک گیا۔ اصل میں بات یہ تھی کہ شہزادی کی شکل و صورت تو بہت اچھی تھی، لیکن اس کا دل اتنا ہی سیاہ تھا۔ جب طارق نے اس کی پہلی شرط پوری کر دی تو اسے بہت صدمہ ہوا۔ اب شہزادی نے مکئی کے دانوں سے بھری ہوئی تین بوریاں لیں اور ان کا ایک ایک دانہ دُور دُور

تک بکھیر دیا۔ وہ بولی، "یہ سب دانے اکھٹے کر کے بوریوں میں بھرو۔ اگر تم کل تک یہ کام نہ کر سکے تو تمھارا سر قلم کروا دیا جائے گا۔"

طارق جانتا تھا کہ وہ زندگی بھر کوشش کرے تب بھی مکئی کے دانے اکھٹے نہیں کر سکتا۔ وہ بے چارا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ رات کے وقت اس نے چاند کی روشنی میں دیکھا کہ چیونٹیوں کی ملکہ اس کی طرف چلی آرہی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے چیونٹیوں کی ایک فوج ہے۔ ملکہ نے پوچھا، "کیا بات ہے تم بہت فکر مند دکھائی دیتے ہو۔"

طارق نے ساری بات سُنائی۔ چیونٹیوں کی ملکہ بولی، "تم کوئی فکر نہ کرو اور آرام سے سو جاؤ۔ جب تم سو کر اُٹھو گے تو تمھیں تینوں بوریاں مکئی کے دانوں سے بھری ہوئی ملیں گی۔"

صبح کے وقت جب طارق جاگا تو اس نے دیکھا کہ تینوں بوریاں مکئی کے دانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ وہ بہت خوش ہوا، لیکن سنگ دل شہزادی یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گئی۔ اس کا پتھر دل اور زیادہ سخت ہو گیا۔ اس دفعہ اس نے جو کام بتایا اسے پورا کرنا ناممکن تھا۔

شہزادی نے کہا، "دنیا کے آخری سرے پر جزیرہ مروارید ہے۔ وہاں ایک باغ ہے۔ باغ کے درمیان میں ایک سیب کا درخت ہے۔ تم مجھے وہاں سے سیب لا کر دو۔ یاد رکھنا کہ سیب کے درخت سے سیکڑوں خطرناک سانپ لپٹے رہتے ہیں۔ وہاں جانے والا کوئی شخص زندہ لوٹ کر نہیں آتا۔"

طارق یہ سُن کر بہت پریشان ہوا، مگر وہ جزیرۂ مروارید کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ وہ بہت دنوں تک اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا رہا، لیکن اسے جزیرۂ مروارید کا کوئی پتا نہ مل سکا۔ آخر وہ مایوس ہو کر واپس آنے لگا۔

وہ شہر کی فصیل کے باہر بیٹھ گیا اور اپنی بد قسمتی پر آنسو بہانے لگا۔ اچانک تین کوّے اُڑتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ ایک کوّے نے پوچھا، "کیا بات ہے تم بہت اُداس دکھائی دیتے ہو؟"

طارق نے انھیں مختصر طور سے سب بات بتائی۔ ایک کوّا بولا، "تم کوئی فکر نہ کرو، ہم آٹھ دس دن میں جزیرۂ مروارید کے درخت کے سیب تمھیں لا کر دے دیں گے۔"

طارق فصیل کے باہر بیٹھا رہا۔ دسویں دن کوّے سیب لے کر آ گئے۔ یہ سیب سونے کی

طرح چمکیلا اور گلاب کی طرح سرخ تھا۔

طارق نے کوّوں کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ شہزادی کے پاس پہنچا اور اُسے سیب دے دیا۔ شہزادی نے جوں ہی سیب کھایا اس پر بہت سی پوشیدہ (چھپی ہوئی) باتیں ظاہر ہو گئیں۔ وہ انسانوں کے علاوہ جانوروں کی بولیوں، ان کے طور طریقوں اور رہن سہن سے بھی واقف ہو گئی۔ اس کے دل کی سختی بھی دُور ہو گئی اور وہ بھی اچھے لوگوں کی طرح نیک دل اور نیک سیرت ہو گئی۔

شہزادی کی شادی طارق سے ہو گئی اور وہ ہنسی خوشی رہنے لگے۔

اکثر نونہال جو خبریں بھیجتے ہیں، اُن کے ساتھ اخبار یا رسالے کا تراشہ نہیں بھیجتے نہ اخبار، رسالے یا کتاب کا نام لکھتے ہیں، اس لیے اُن کی خبریں اچھی ہونے کے باوجود شائع نہیں کی جاسکتیں۔ نونہالوں سے درخواست ہے کہ وہ ہر خبر کا اوّل تو کوشش کریں کہ تراشہ ساتھ لگائیں جس پر اخبار وغیرہ کا نام بھی لکھا ہو۔ اگر تراشہ نہ بھیج سکیں تو کتاب، اخبار یا رسالے کا نام اور تاریخ ضرور لکھا کریں۔ بات یہ ہے کہ ہم ہمدرد نونہال میں کوئی ایسی چیز شائع نہیں کرنا چاہتے جس کی کوئی سند یا حوالہ نہ ہو، کیوں کہ ہمدرد نونہال کے سب پڑھنے والے اس رسالے پر اعتبار کرتے ہیں اور اس میں چھپی ہوئی ہر چیز کو صحیح سمجھتے ہیں۔

سارے بچّوں کی پہلی پسند!

گارنٹی کے ساتھ پنسل کی نوک نہیں ٹوٹتی

انڈس شارپنر

شاہ سنز کی نئی گولڈ فنش آٹوکریٹ پینسل
جہاں چلے، رواں چلے

پینسل کی کہانی
خود اس کی زبانی

پیارے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ مجھے سب سے پہلے کس نے اور کب تیار کیا؟ ۱۷۹۵ء کی بات ہے۔ ایک فرانسیسی باشندے نے سب سے پہلے میرا سکہ دریافت کیا۔ اس سکے میں گریفائٹ اور کلے کا محلول شامل ہوتا ہے جسے گرم بھٹی میں ایک ہزار فارن ہائٹ کے درجہ حرارت پر گرم کیا جاتا ہے۔ اس گریفائٹ میں کاربن کی مقدار ۷۹ فیصد ہوتی ہے جبکہ کلے اسے مضبوطی سے جوڑنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ رنگین پینسلوں میں موم، تیل اور مختلف رنگ شامل کئے جاتے ہیں پینسلوں میں استعمال ہونیوالی لکڑی کیلیفورنیا اور انڈونیشیا سے درآمد کی جاتی ہے

پاکستان میں ان پینسلوں کی تیاری کے لئے **شاہ سنز** کا نام سرفہرست ہے۔ ان کی پینسلیں عالمی معیار کے مطابق تیار کی جاتی ہیں۔ ان کا سکہ مضبوط اور رواں ہوتا ہے۔
شاہ سنز کی نئی آٹوکریٹ پینسل کا تو جواب نہیں۔
ایک بار آزمانے کے بعد آپ اسے بار بار استعمال کریں گے۔
دفتروں میں، اسکولوں میں، آرٹسٹ،
انجینیئرز، طالب علم سب ہی اسے استعمال کرتے ہیں۔

شاہ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
ڈی ۸۸ - ایس - آئی - ٹی - ای - کراچی
فون: ۲۹۳۴۵۱، ۲۹۳۴۵۲

Midas Khi

میدانِ عمل

غنی دہلوی

دنیا اِک میدانِ عمل ہے
اس میں ہر محنت کا پھل ہے

رنگ برنگے باغ لگائیں
دھرتی کو گلزار بنائیں
میٹھے میٹھے پھل بھی کھائیں

دنیا اِک میدانِ عمل ہے
اس میں ہر محنت کا پھل ہے

باغ لگا کر پھول کھلاؤ
اُٹھ کے سویرے سَیر کو جاؤ
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی کھاؤ

دنیا اِک میدانِ عمل ہے
اس میں ہر محنت کا پھل ہے

دریاؤں سے پانی لائیں
کھیتوں کی ہم پیاس بجھائیں
محنت کا ہم پھل بھی پائیں

دنیا اِک میدانِ عمل ہے
اس میں ہر محنت کا پھل ہے

خدمت کر کے عظمت پاؤ
محنت کر کے عزت پاؤ
دنیا میں تم شہرت پاؤ

دنیا اِک میدانِ عمل ہے
اس میں ہر محنت کا پھل ہے

نونہال مصوّر

عبدالماجد دریا آبادی، کراچی

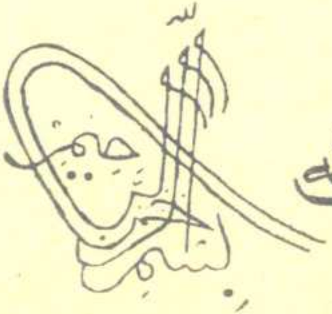

حافظ عالم زیب خان، خور ملی اٹک

رئیس رحمت اللہ، چوک ظاہر پیر

رحمان اللہ خان، ٹنڈو محمد خان

محمد راشد محمود، کراچی

محمد مسعود بدر صدیقی، لیہ

محمد طارق اسمٰعیل، بہاول نگر

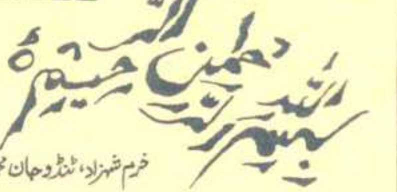

خرم شہزاد، ٹنڈو جان محمد

اخبار نونہال

ترجمہ کرنے والا کمپیوٹر

کچھ دنوں پہلے سائنس دانوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایک دَور ایسا آئے گا جب ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمے کے لیے کمپیوٹر بے حد معاون ثابت ہوں گے۔ آج امریکا، جاپان، یورپ اور جنوبی امریکا کے کچھ ملکوں نے اس طرح کے کمپیوٹر بنا کر سائنس دانوں کی اس پیشین گوئی کو صحیح ثابت کر دیا ہے۔ ان کمپیوٹروں میں براہِ راست طریقے سے ایک علاحدہ پروگرامنگ کی سہولت ہوتی ہے، جس میں دونوں زبانوں کے کئی ہزار لفظوں کا ایک لغت نیز قواعد سے متعلق اصولوں کی معلومات مائکرو چپس پر جمع ہو سکتی ہے۔ گزشتہ سال جولائی میں ٹوکیو کی ایک کمپنی "باراوائز انٹرنیشنل" نے ایسے ہی ایک کمپیوٹر کو پہلی بار بین الاقوامی منڈی میں فروخت کے لیے پیش کیا۔ یہ انگریزی سے جاپانی اور جاپانی سے انگریزی میں ۳۰۰۰ الفاظ فی گھنٹے کی رفتار سے ترجمہ کرتا ہے اور اس کے بعد تو تجربات کا ایک سلسلہ چل نکلا اور آج اس کمپنی کے براہِ راست طریقے DIRECT SYSTEM کے کمپیوٹر انگریزی سے فرینچ، اسپینی، جرمن، پرتگیزی اور عربی زبانوں میں بھی ترجمہ کر رہے ہیں۔ ۲۱ ویں صدی کا آغاز ہونے تک ترجمے کا یہ سسٹم کافی چھوٹے اور کم قیمت کمپیوٹروں میں آجائے گا اور عام آدمی بھی اس کی مدد سے کوئی دوسری زبان جاننے والے آدمی سے بات کر سکیں گے۔

مرسلہ: سعیدہ بانو، دہلی

طویل ترین داڑھی

ناروے کے ایک شخص ہنس این لانگسیتھ کو داڑھی رکھنے کا شوق تھا۔ یہ ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوا۔

۸۱ برس کی عمر میں ۱۹۲۷ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کے مرنے پر اس کی داڑھی کی پیمائش کی گئی جو ۱۷ فیٹ ۶ ۔ انچ نکلی۔ اپنی آخری عمر میں اپنی طویل داڑھی کے بال دُہرے کر کے کندھوں اور کلائی پر لٹکائے رکھتا تھا۔ اس کو دفن کرنے سے پہلے اس کی داڑھی مونڈ لی گئی جو آج تک نمائش کے لیے محفوظ ہے۔

مرسلہ: طارق وہاب خانزادہ، حیدر آباد

اپاہج دوشیزاؤں کا شہر

پرانے زمانے میں ہندُستان کی ایک ریاست میں ایک ہندو راجا تھا۔ اس راجا کی سو (۱۰۰) لڑکیاں تھیں۔ راجا نے اپنی لڑکیوں کو ایک علاحدہ شہر میں آباد کیا۔ سب لڑکیاں کُبڑی تھیں۔ اس طرح یہ شہر "اپاہج دوشیزاؤں کا شہر" کہلانے لگا۔ یہ شہر اب بھی بھارت کے ضلع فرخ آباد میں موجود ہے۔

مرسلہ: محمد افضال انصاری، کراچی

فولادی پردہ

فیڈرل ری پبلک اوف جرمنی (مغربی جرمنی) اور جرمن ڈیمو کریٹک ری پبلک (مشرقی جرمنی) کے درمیان ایک رُکاوٹ بنائی گئی ہے جسے فولادی پردہ (آئرن کرٹین) کہتے ہیں۔ یہ ۲۷۰ گز چوڑی ایک پٹّی ہے جس کا رقبہ ۱۳۳ مربع میل ہے، اس میں ۲،۲۳۰،۰۰۰ سرنگیں بچھی ہیں اور ۵۰،۰۰۰ میل خار دار تار بچھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ کئی پُل ہیں جن میں آلات لگے ہوئے ہیں۔ اس کی تعمیر پر ۷،۰۰۰ ملین ڈالر خرچ ہوئے تھے۔

مرسلہ: حسّان حامد، جے پور

معذرت

ہمیں افسوس ہے کہ اخبارِ نونہال میں دو خبریں غلط شائع ہو گئی ہیں۔ مشہور جنرل منٹگمری امریکا کے نہیں برطانیہ کے جنرل ہیں۔ فرانس کا بادشاہ لوئی دہم کے صرف پندرہ منٹ بادشاہ بننے کا واقعہ بہت قدیم ہے اور تحقیق سے ثابت نہیں ہوا۔ ہم قارئین سے معافی چاہتے ہیں۔

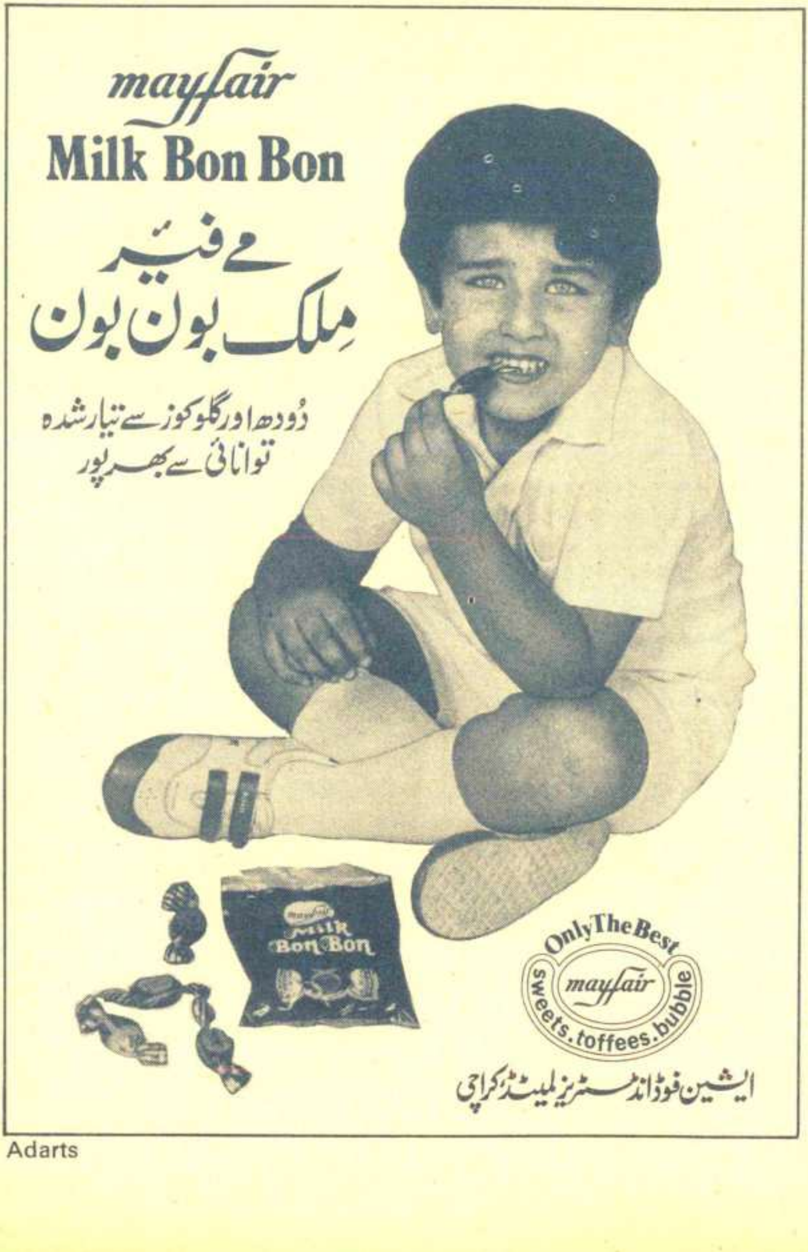
mayfair
Milk Bon Bon
مے فیئر
مِلک بون بون
دُودھ اور گلوکوز سے تیار شدہ
توانائی سے بھرپور
Milk
Bon Bon
Only The Best
mayfair
sweets.toffees.bubble
ایشین فوڈ انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی

Adarts

ہمدرد اِنسائیکلوپیڈیا

علی ناصر زیدی

س : شہاب ِ ثاقب سے کیا مراد ہے؟ ندیم احمد، کراچی

ج : ہماری فضا ستاروں اور سیاروں سے بھری ہوئی ہے جن میں ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ خلا میں بے شمار آوارہ جسم مارے مارے پھرتے رہتے ہیں۔ جب بھی زمین اپنے مدار پر اِدھر سے گزرتی ہے تو بہت سے اجسام اس کی کشش کے دائرے میں آکر اس کی طرف گرنے لگتے ہیں۔ ہماری زمین پر دن رات اِن آوارہ اَجسام کی خاک گرتی رہتی ہے۔ جب کوئی بڑا جسم گرتے وقت ہوا کے ساتھ رگڑ کھاتا ہے تو اس کا درجۂ حرارت بہت بڑھ جاتا ہے اور وہ چمک اُٹھتا ہے۔ یہ ہے شہاب جو زبردست حرارت کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے۔ بعض مرتبہ ایسا جسم ٹوٹ کر بالکل ختم نہیں ہوتا۔ تھوڑا بہت باقی رہ جاتا ہے اور اسی حالت میں زمین پر گر جاتا ہے۔ بعض ملکوں کے عجائب گھروں میں ایسے ٹکڑے یا شہاب محفوظ ہیں۔ اُن میں سے اکثر میں وہی مادّہ موجود ملتا ہے جو زمین پر پایا جاتا ہے۔

س : اُلّو اور چمگادڑ رات کو کیوں اُڑتے ہیں؟ محمد ریحان، کراچی

ج : چڑیوں یا پرندوں کو ایک چیز اُڑاتی ہے اور وہ ہے غذا کی تلاش۔ جس چڑیا کو جس وقت جہاں غذا میسر آتی ہے وہ اسی وقت اس جگہ کا رُخ کرتی ہے۔ اُلّو اور چمگادڑ کی آنکھوں میں قدرت نے یہ صفت رکھی ہے کہ وہ اندھیرے میں بھی دیکھ لیتے ہیں۔ وہ رات کے پرندے ہیں اس لیے اپنی غذا کی تلاش میں رات کو نکلتے ہیں۔

س : ریفری جریٹر کیا ہے اور کس طرح کام کرتا ہے؟ بابر سلیم عاصی، گجرات

ج : ریفریجریٹر یا خنک ساز اس مشین کو کہتے ہیں جو اندر کی گرمی نکال کر باہر پھینکتی ہے۔ گرمی کو چوسنے کے لیے اس میں ایک گیس استعمال کی جاتی ہے جس کے لیے باریک نلکیاں آپ نے اس کے پیچھے لگی دیکھی ہوں گی۔ گیس ان نلکیوں میں گردش کرتی ہے۔ ایک موٹر گیس کو گردش میں رکھتی ہے۔ گیس گھوم گھوم کر حرارت لیتی رہتی ہے اور ریفریجریٹر کے اندر خنکی پیدا ہوتی رہتی ہے جس سے برف بنتی ہے اور کھانے پینے کی چیزیں ٹھنڈی رہتی ہیں۔

س : کیا دُم دار ستارے کی دُم ٹھوس ہوتی ہے یا گیسی؟ وہ چمکتی ہوئی کیوں نظر آتی ہے؟

اطہر ندیم، پنڈی گھیب، اٹک

ج : دُم دار ستارے کی دُم گیسوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ گیس اس کے پیچھے پیچھے تیزی سے رواں رہتی ہے۔ سورج کی روشنی اُن پر پڑ کر ہماری طرف پلٹتی ہے تو ہمیں یہ دُم چمکتی نظر آتی ہے۔ دُم کی لمبائی لاکھوں میل تک ہوتی ہے۔

س : کُہر کیسے اور کیوں پیدا ہوتی ہے؟ شازمہ کنول، فیصل آباد

ج : سردی کے موسم میں صبح ہوتے وقت سردی زیادہ ہوتی ہے۔ اس وقت فضا میں موجود ابخرات گرد کے ذرّات پر جم جاتے ہیں اور یہ ذرّے جب بے شمار تعداد میں کسی جگہ محیط ہو جاتے ہیں تو کُہر بن جاتے ہیں۔ سورج کی روشنی انھیں پگھلا دیتی ہے اور کُہر صاف ہو جاتی ہے۔

س : ہارمون کیا چیز ہوتی ہے؟ نیز اس کی کمی بیشی سے انسانی جسم میں کیا تبدیلیاں آتی ہیں؟

بشیر احمد قادری، پنڈی گھیب

ج : ہمارے جسم کے مختلف حصّوں میں قدرت نے کچھ غدود محفوظ کر دیے ہیں، جن سے ہر وقت تھوڑی سی رطوبت خارج ہوتی رہتی ہے جو ہارمون کہلاتی ہے۔ یہ ہارمون ہی ہیں جو مرد کو مرد اور عورت کو عورت بناتے ہیں۔ ان کے عدم توازن سے عورتوں میں داڑھی مونچھیں نکل آتی ہیں۔ کسی انسان کا قد ضرورت سے زیادہ لمبا ہو جاتا ہے اور کسی کا کم۔ مرد کی آواز زنانہ اور عورت کی آواز مردوں جیسی ہو جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

س : یہ بتائیے کہ چاند پر انسان کتنا عرصہ زندہ رہ سکتا ہے؟

عارف سعید الدین، کراچی

ج : انسان چاند پر ہو آیا ہے، لیکن وہ ایک ویران دنیا ہے۔ نہ وہاں ہوا ہے اور نہ پانی اور

نہ غذا۔ اگر وہاں رہنا ہو تو پریشر سوٹ میں رہنا ہوگا اور کھانے پینے اور ہر طرح کے استعمال کی چیزیں زمین سے ساتھ لے جانی پڑیں گی۔ آپ خود اندازہ لگائیے کہ ایسے حالات میں ہم وہاں زیادہ عرصہ نہیں ٹھیر سکتے، البتہ سائنس داں کہتے ہیں کہ مستقبل میں چاند پر نو آبادیاں بنائی جائیں گی جن میں رہنے سہنے کی تمام آسانیاں فراہم کی جائیں گی۔ دیکھیے یہ کب ممکن ہوتا ہے۔

س: کیا کششِ ثقل اور ہوا کے دباؤ کا آپس میں کوئی تعلق ہے اگر ہے تو کس طرح؟

محمد صابر حسین، عنایت علی خان، ٹنڈو الہ یار

ج: جی نہیں۔ کششِ ثقل کا ہوا کے دباؤ سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسے جیسے ہم اوپر جاتے ہیں ہوا کا دباؤ کم ہوتا جاتا ہے، حتیٰ کہ مکمل خلا آجاتا ہے، لیکن کششِ ثقل باقی رہتی ہے۔ اگرچہ فاصلہ بڑھنے کے ساتھ کششِ ثقل بھی کم ہوتی جاتی ہے، لیکن ہوا کا دباؤ کم ہونے کی وجہ سے نہیں۔

س: اجرامِ فلکی کسے کہتے ہیں؟ شمشیر خاں، کراچی

ج: آسمان پر پھیلے ہوئے چاند، ستارے، سیارے اور دیگر اجسام اجرامِ فلکی کہلاتے ہیں۔ جسم کی جمع اجسام ہے۔ جرم کے معنی بھی جسم کے ہیں اور جرم کی جمع اَجرام ہے۔

س: ایٹمی ری ایکٹر کیا ہوتا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ محمد امین، کھلابٹ ٹاؤن شپ

ج: ایٹمی ری ایکٹر اُس مشین کو کہتے ہیں جس میں ہم ایٹم کو توڑ کر جوہری توانائی حاصل کرتے ہیں۔ اور اُسے اپنے کاموں میں استعمال کرتے ہیں مثلاً کراچی سے کچھ فاصلے پر "کنوپ" یا "کراچی نکلیر پاور پراجیکٹ" کے نام سے بحیرۂ عرب کے کنارے ایک ری ایکٹر لگا ہوا ہے جو کراچی کے باشندوں کے لیے بجلی پیدا کرتا ہے۔ اس میں جوہری توانائی کی مدد سے پانی کو کھولا کر بھاپ حاصل کی جاتی ہے اور بھاپ سے بجلی تیار کی جاتی ہے۔

س: اوس کیا ہوتی ہے؟ اورنگ زیب علی پاشا، کراچی

ج: ہوا میں ہر وقت کچھ نہ کچھ نمی موجود رہتی ہے، کسی جگہ کم اور کسی جگہ زیادہ۔ سورج غروب ہونے کے بعد خنکی بڑھتی ہے تو ہوا میں موجود نمی یا ابخرات پانی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پانی کے یہ قطرے گھاس، پتوں اور پھولوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔ یہی اوس یا شبنم کہلاتے ہیں۔

خاص نمبر | ستمبر ۱۹۸۶ء کا شمارہ "خاص نمبر" ہوگا۔ اس کی تیاریاں شروع کی جا رہی ہیں۔ جلدی سے بتائیے خاص نمبر میں کیا ہونا چاہیے۔ | خاص نمبر

انگوٹھی کہاں سے ملی

مہر روز اقبال

شام ہونے کو تھی۔ ناصر کو تقریباً پورا دن دریا پر بیٹھے ہو گیا تھا، لیکن اس کے جال میں ایک چھوٹی سی مچھلی بھی نہیں پھنسی تھی۔ ناصر ایک غریب مچھیرا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ گاؤں کے باہر ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتا تھا۔ صبح سویرے مچھلی پکڑنے دریا پر نکل جاتا جو اس کے گھر سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ جو کچھ مچھلیاں ہاتھ آتیں انھیں لے جا کر قریب کے شہر میں بیچ دیتا۔ جو پیسے ملتے اُن سے آٹا دال خرید کر گھر لے آتا۔

لیکن آج قسمت ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری مچھلیوں نے ہڑتال کر رکھی ہے اور پانی کی تہ میں کسی محفوظ مقام پر چُھپ کر بیٹھ گئی ہیں۔ اس نے اللہ کا نام لیا اور گھر جانے سے پہلے آخری مرتبہ دریا میں جال پھینکا۔ ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ جال میں اس زور کا جھٹکا محسوس ہوا جیسے کوئی بڑی مچھلی پھنس گئی ہو۔ جیسے ہی اس نے جال کھینچا اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ واقعی ایک بہت بڑی اور موٹی مچھلی ہاتھ لگ گئی تھی، لیکن ناصر کی خوشی جلد ہی رخصت ہو گئی۔ اُسے خیال آیا شہر پہنچتے پہنچتے رات ہو چکے گی اور اتنی رات گئے بھلا اس سے کون مچھلی خریدے گا۔

اس نے دریا پر ہی نماز مغرب ادا کی۔ مچھلی کی ٹوکری سر پر اٹھائی اور بوجھل قدموں سے شہر کے بجائے گھر کی راہ لی۔ اس نے سوچا، آج کی رات وہ اور اس کی بیوی بھُنی ہوئی مچھلی کھا کر گزارا کر لیں گے۔ گھر پہنچ کر اس نے ٹوکری اپنی بیوی کو تھمائی اور خود ایک کونے میں بیٹھ کر اپنے جال کی مرمّت کرنے لگا۔

اس کی بیوی ایک تیز چھری سے جلدی جلدی مچھلی بنانے لگی۔ اتنی بڑی مچھلی اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جیسے ہی اس نے چھری سے اس کا پیٹ چاک کیا حیرت سے اس کے منھ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ چھری کسی سخت چیز سے ٹکرائی تھی۔ اس نے فوراً مچھلی

کے دو ٹکڑے کیے اور وہ چیز اس میں سے نکال لی اور ہتھیلی پر رکھ کر لالٹین کی مدھم روشنی میں اُلٹ پُلٹ کر دیکھنے لگی۔ حیرت اور خوشی سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ دوڑی ہوئی ناصر کے پاس گئی، "دیکھو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ ہیرے کی قیمتی انگوٹھی مچھلی کے پیٹ میں سے ملی ہے۔ کتنی قیمتی ہے۔ خدا نے ہماری دعائیں سُن لیں۔ بُرے دن بیت گئے۔ انگوٹھی بیچ کر بہت سارا پیسہ آئے گا۔ ضرورت کی بہت سی چیزیں خرید سکتے ہیں۔ میں اپنے لیے ایک جوڑا بناؤں گی۔ تمھارا مچھلی پکڑنے کا جال کتنا پرانا ہو گیا ہے۔ تم اپنے لیے نیا جال خرید لینا اور ہاں ہماری جھونپڑی بھی تو کیسی خستہ ہو رہی ہے۔ برسات کے زمانے میں چھت سے پانی گرتا ہے۔ سب سے پہلے تو ہم اپنی جھونپڑی ٹھیک کریں گے۔" ایک ہی سانس میں اس نے اپنی ساری آرزوئیں بیان کر ڈالیں۔ وہ قینچی کی طرح کچ کچ بولے جا رہی تھی، لیکن ناصر اس کی بات نہیں سُن رہا تھا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہیرے کی انگوٹھی خوب اُلٹ پُلٹ کر اس کا اس طرح جائزہ لے رہا تھا جیسے اُسے انگوٹھی کے بجائے کسی دوسرے سیّارے کی کوئی انوکھی مچھلی نظر آ رہی ہو۔ پھر اچانک بولا، "نہیں!"

"نہیں کیا؟" اس کی بیوی ٹُنک کر بولی۔

"ہم یہ انگوٹھی نہیں لے سکتے۔ یہ ہمیں اس کے مالک کو واپس کرنی ہوگی۔"

اس کی بیوی نے ایک زور دار قہقہہ لگایا، "تم بھی وقت بے وقت خوب مذاق کرتے ہو۔ انگوٹھی کی مالک تو مچھلی ہے، جس کے ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ بھلا اسے تم انگوٹھی کیسے لوٹاؤ گے؟"

"مچھلی نہیں انگوٹھی کا مالک چودہری ہے۔ میں نے اسے یہ انگوٹھی پہنے ہوئے کئی دفعہ دیکھا ہے، لہٰذا یہ انگوٹھی اسے دے دینا چاہیے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

اس کی بیوی برس پڑی، "کیا دماغ چل گیا ہے تمھارا۔ ہوش کی دوا کرو۔ اللہ کی بھیجی ہوئی نعمت کی ناشکری مت کرو۔ اس انگوٹھی سے ہمیں دُہرا فائدہ ہوگا۔ ایک تو یہ کہ ہم اسے بیچ کر اپنی ضرورت کی بہت سی چیزیں خرید لیں گے اور دوسرے یہ کہ چودہری تمھارا جانی دشمن ہے۔ کیا تم وہ واقعہ اتنی جلدی بھول گئے کہ جب وہ اناج کی اسمگلنگ کرتے ہوئے پکڑا گیا تھا تو تم نے بھی اس کے خلاف گواہی دی تھی۔ وہ تو اپنی چالاکی اور عیاری کی وجہ سے اور رشوت دے دلا کر لمبی سزا سے بچ گیا تھا، لیکن تمھارا دشمن ہو گیا ہے۔ ہر وقت تمھیں ذلیل کرتا ہے۔ اپنے دشمن کے نقصان سے ہمیں کتنی خوشی ہو گی۔"

"انسان کو ہمیشہ سچائی اور ایمان داری سے کام لینا چاہیے۔" ناصر نے اپنی بیوی کی طرف دیکھے بغیر کہا، "مجرموں کے خلاف گواہی دینا مسلمان کا فرض ہے اور میں نے یہ فرض ادا کیا تھا۔ اسی طرح کسی کی پڑی ہوئی چیز اس کے مالک تک پہنچانا بھی ایک مسلمان کا فرض ہے۔ میں یہ فرض بھی ادا کروں گا۔ مجھے اس فرض کی ادائی سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"تمھاری ایمان داری اور سچائی نے ہمیں کون سے سُکھ دیے ہیں؟" ناصر کی بیوی پاؤں پٹختے ہوئے بولی، "لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے اور تم بیس سال بعد بھی وہیں رہے جہاں تھے۔"

"محنت سے روزی کمانا بڑی دولت ہے اور سادگی مسلمان کی شان ہے۔" ناصر نے آہستہ سے جواب دیا۔

اپنی بیوی کی مخالفت کے باوجود ناصر اگلی صبح چودہری کی انگوٹھی واپس کرنے اس کے گھر گیا۔ چودہری نے جب ناصر کے پاس انگوٹھی دیکھی تو ناصر سے انتقام لینے کی ایک عیارانہ چال اس کے دماغ میں جھانکنے لگی۔ ناصر کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے وہ اس پر برس پڑا، "ذلیل بھکیرے

یہ انگوٹھی تُو نے میرے گھر سے چُرائی ہے۔"

یہ سُن کر ناصر چکرا گیا۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ جب ذرا سنبھلا تو بولا، "جناب، اگر میں نے یہ انگوٹھی آپ کے گھر سے چرائی ہی ہوتی تو میں آپ کو واپس کرنے کیوں آتا!"

"یہ تُو نے اس لیے کیا کہ میں تجھ سے خوش ہو جاؤں، کیوں کہ میری ناراضی مول لے کر تُو ہنسی خوشی نہیں رہ سکتا۔"

"میں اللہ کے سوا کسی کی ناخوشی کی پروا نہیں کرتا۔" ناصر نے صفائی پیش کی، "اور انگوٹھی بھی میں اسی لیے واپس کرنے آیا ہوں کہ اللہ میاں مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں۔"

چودھری نے اس کی ایک نہ سُنی۔ اس دوران گاؤں کے بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ وہ سب چودھری کی بات سچ مان رہے تھے اور ناصر کو جھوٹا اور چور سمجھ رہے تھے۔

چودھری نے اپنے ملازم کو پولیس بُلانے کے لیے تھانے روانہ کر دیا، تاکہ سپاہی آکر ناصر کو چوری کے الزام میں گرفتار کر لیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک پولیس انسپکٹر اور تین سپاہی پہنچ گئے۔ ناصر نے پولیس انسپکٹر سے کہا کہ اس نے چودھری کی انگوٹھی نہیں چرائی بلکہ یہ اسے مچھلی کے پیٹ میں سے

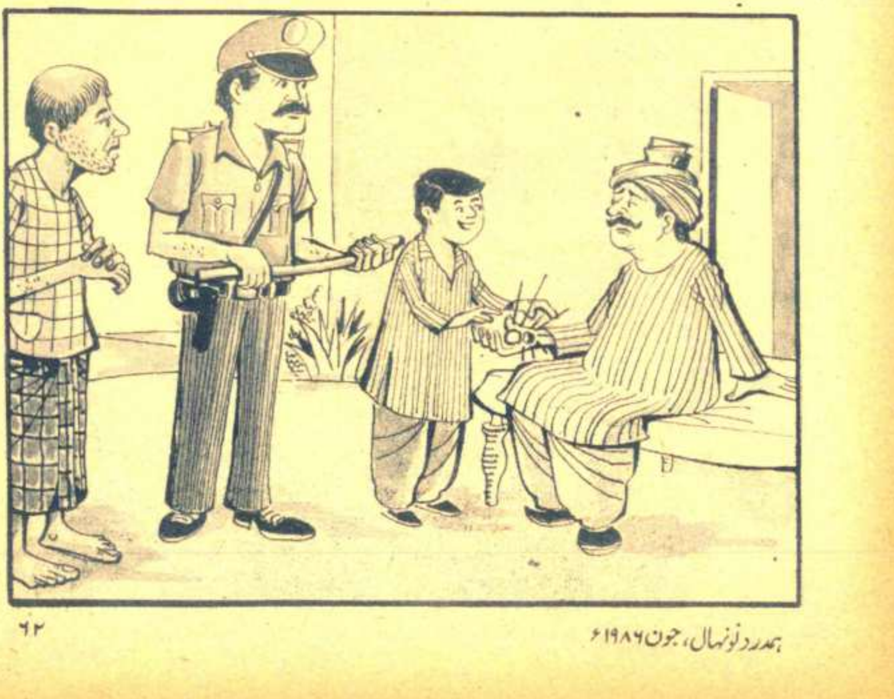

ملی ہے، لیکن انسپکٹر نے بھی اس کی بات پر یقین نہیں کیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ اس کو ہتھکڑیاں پہنا کر تھانے لے چلیں۔

ٹھیک اسی وقت چودھری کا نو سالہ لڑکا گھر سے باہر آیا۔ انگوٹھی پر نظر پڑتے ہی چلّا اٹھا، "ابّا انگوٹھی کہاں سے ملی؟ یہ تو کل صبح جب ہم کشتی کی سیر کر رہے تھے تو آپ کی انگلی سے پھسل کر پانی میں گر گئی تھی نا۔"

یہ سنتے ہی سب کے سب دم بہ خود رہ گئے۔ چودھری کا منھ لٹک گیا۔ شرم کے مارے بُرا حال تھا۔ پولیس انسپکٹر کے مجبور کرنے پر اس کو سب کے سامنے ناصر سے معافی مانگنی پڑی۔

ننھا سُراغ رساں

(کہانیاں)

مُصنّف

مسعود احمد برکاتی و دیگر

بچے اور نوجوان بھی بہادری اور سُراغ رسانی کے کام کر سکتے ہیں۔ سراغ رسانی اور بہادرانہ کارناموں کی یہ چھے کہانیاں پڑھیے۔ ان میں:-

★ ایک ننھا سُراغ رساں ایک تلوار پر کھدی ہوئی عبارت پڑھ کر دلیل سے ثابت کرتا ہے کہ وہ تلوار کبھی امریکی جنرل جیکسن کے پاس نہیں رہی تھی۔ ★ جرمنی میں جنگی قیدی لکڑی کے گھوڑے کے نیچے زمین میں سرنگ بنا کر فرار ہو جاتے ہیں ★ ایک بچہ سرکس میں لکڑی کے شیر کے پیٹ میں چھپائے ہوئے جواہرات کا کھوج لگاتا ہے۔
★ اس کے علاوہ جواہرات پر ڈاکا ڈالنے کے لیے ہوائی جہاز کو ہائی جیک (اغوا) کرنے کا سنسنی خیز واقعہ پڑھیے۔

قیمت ۵/۰۰ رُپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد
کراچی ۱۸

آج کا نونہال ۔ کل کا کامیاب معالج

اسے سرفرازئ پاکستان کے لیے تیار کیجیے

انسان جتنا صحت مند ہوگا اس کا مستقبل بھی اتنا ہی تابناک ہوگا۔ آپ کا یہ ننھا منا بچہ کل کے مضبوط، مستحکم اور صحت مند پاکستان کی امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اس میں ایک بڑی شخصیت پوشیدہ ہے... ہوسکتا ہے یہ ایک نامور معالج بن کر اپنے وطنِ عزیز کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے۔

اس کی صلاحیتوں کو ابھارنے اور شخصیت کو نکھارنے کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نبھائیے۔ اپنے بچے کی پرورش نہایت محنت، محبت اور توجہ سے کیجیے تاکہ کل یہ ایک مضبوط اور توانا جسم، بہتر تعلیم اور صحت مند ذہن کے ساتھ ملک و ملت کی خدمت کرسکے۔

نونہال ہربل گرائپ واٹر بچوں کی تکالیف مثلاً بدہضمی، قبض، اپھارہ، اسہال، قے، بے خوابی، پیاس کی شدت وغیرہ کے لیے مفید و مؤثر دوا ہے۔ دانت آنے کے زمانے میں اس کا استعمال ضروری ہے۔

نونہال ہربل گرائپ واٹر

بچوں کو مطمئن، مسرور اور صحت مند رکھتا ہے۔

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آدابِ اخلاق

لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر اور زمین پر اکڑ کر نہ چل۔

Adarts 4/84

جناب حکیم محمد سعید، جناب ڈاکٹر مائیکل پالکو، جناب بروہی اور خانم ڈی سلوا کے ساتھ انعام پانے والے نونہال

بزمِ ہمدرد نونہال

صحتِ جہاں، امنِ جہاں

بچّوں نے بڑے جوش و خروش سے حصّہ لیا۔ خوب تقریریں کیں، خوب دلیلیں دے کر ثابت کر دیا کہ صحّت کے بغیر زندگی کا کوئی مزہ نہیں اور امن کے بغیر کوئی ترقّی نہیں ہو سکتی۔

۷ تا ۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء کو انٹرنیشنل یوتھ کانگرس تھی، آپ سمجھے کہ یہ کیا تھی؟ دنیا کے کئی ملکوں کے ۳۹ نوجوانوں اور اپنے پاکستان کے مختلف شہروں کے ۱۲۷ نوجوانوں نے اس کانگرس

میں شرکت کی اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پاکستان میں اپنی قسم کا یہ پہلا بین الاقوامی اجتماع تھا جس میں ملکوں ملکوں کے نوجوان شریک ہوئے۔

اس اجتماع کے آخری دن بزم ہمدرد نونہال کا اجتماع ہوا، جس میں صحتِ جہاں، امنِ جہاں کے موضوع پر نونہالوں کی تقریروں کا مقابلہ ہوا۔ کراچی کے بیس نونہالوں نے مقابلے میں حصّہ لیا۔ صدارت مشہور قانون داں جناب اے۔ کے۔ بروہی نے کی۔ مہمانِ خصوصی جناب ڈاکٹر مائیکل پالکو تھے۔ یہ صاحب صحت کی تعلیم پھیلانے والی انجمن کے فنّی بورڈ کے صدر ہیں اور پیرس سے آئے تھے۔ نونہالوں کی تقریریں سُن کر بہت لطف اندوز ہوئے۔ پالکو صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ مجھے بچّوں کی تقریریں سُن کر اپنی نوجوانی کا زمانہ یاد آگیا۔ میں تقریر کرنے والے بچّوں کے جوش اور جذبے سے بہت متاثر ہوا۔ ایک نونہال نے کیا خوب کہا ہے کہ ہم نئی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم ہی اِن شاء اللہ اس دنیا میں امن و امان قائم رکھنے میں کام یاب ہوں گے۔ مجھے بچّوں کے اس خوب صورت جلسے میں شرکت کر کے بہت خوشی ہوئی۔ میں جناب حکیم محمد سعید کو مبارک باد دیتا ہوں۔

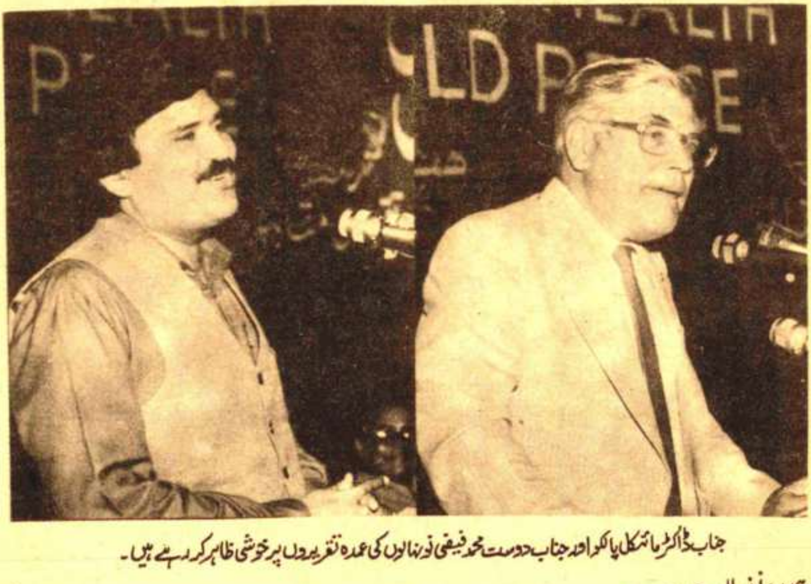

جناب ڈاکٹر مائیکل پالکو اور جناب دوست محمد فیضی نونہالوں کی عمدہ تقریروں پر خوشی ظاہر کر رہے ہیں۔

اس بار بزمِ ہمدرد نونہال میں جہاں ڈیڑھ ہزار نونہالوں اور ان کے سرپرستوں نے شرکت کی وہاں دنیا کے مختلف ملکوں کے ماہرینِ صحت نے بھی شرکت کی۔ ایک بچّی نازیہ حسن نے قرآن شریف پڑھ کر جلسے کا آغاز کیا، پھر ایک نونہال قاری سید دانش مظہر نے نعت سُنائی۔

شازیہ عبداللہ جناب اے۔ کے بروہی سے انعام وصول کر رہی ہیں۔

عالمی بھائی چارے اور امن و اتحاد کے جذبے کو ظاہر کرنے کے لیے ہپی ہوم اسکول (شہید ملّت روڈ) کے بچّوں بچّیوں نے ۴۲ ملکوں کا لباس پہن کر دائرے کی شکل میں گھومتے ہوئے امن کا گیت گایا۔ ان بچّوں کو اتنے سلیقے سے مختلف ملکوں کا لباس پہنایا گیا تھا کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ہر بچّہ جس نے جس کسی ملک کا لباس پہنا واقعی اسی ملک کا باشندہ لگتا تھا۔ ہر بچّہ سادگی اور معصومیت سے آکر جناب حکیم محمد سعید صاحب اور مہمانوں کو سلام کرتا تھا اور گولائی میں کھڑا ہو جاتا تھا اور ہال تالیوں سے گونج اُٹھتا تھا۔

تقریری مقابلے میں ان نونہالوں نے حصّہ لیا:۔

شریف محمد رضوان (ڈبیسنٹ انگلش اسکول) سعید احمد (گلستان سیکنڈری اسکول) ندیم اسحاق (گورنمنٹ سینئر ماڈل اسکول) نصرت فاروقی (گورنمنٹ جونیئر ماڈل اسکول) ثوبیہ ارم علوی (گرینڈ

جناب حکیم محمد سعید اور جناب اے۔ کے بروہی نونہالوں سے مخاطب ہیں۔

فوکس انگلش اسکول)، محبوب خان اسلم (ریتو پکسی ڈیل اسکول) نیّر فاروقی (گرہنڈ فوکس پیراڈائز اسکول)، صبا لطیف (ناصرہ سیکنڈری اسکول) موناخاں (ہیپی ہوم سیکنڈری اسکول) اسما عادل (عزیز نیشنل ہائی اسکول)، علی مشہود (بلیو برڈز پرائمری اسکول)، خوشتر عالم (گورنمنٹ بوائز سیکنڈری اسکول)، عالیہ بتول (گورنمنٹ گرلز سیکنڈری اسکول)، جمال اکبر خاں (کراچی گرامر اسکول)، شاہدہ شبّیر حسین (آغاخاں پرائمری اسکول)، حسّان احمد خاں (لٹل فاکس پرائمری اسکول)، شازیہ فاروق (دہلی گرلز سیکنڈری اسکول)، عمر احسان خاں (بیکن ہاؤس پبلک اسکول)، شازیہ عبداللہ (ہیپی ہوم اسکول) اور رابعہ سعید (صفیہ خاں میموریل اسکول)

منصفین میں تین مشہور شخصیتیں شامل تھیں:۔

(۱) محترمہ زیب النسا حمید اللہ (۲) جناب دوست محمد فیضی (۳) محترمہ خانم ڈی سلوا۔

منصفین کے فیصلے کے مطابق یہ نونہال انعامات کے مستحق قرار پائے:۔

اوّل: شازیہ عبداللہ۔ دوم: شاہدہ شبّیر حسین۔ سوم: شریف محمد رضوان۔ ان کے علاوہ دو بچّیوں کو خصوصی انعامات بھی دیے گئے۔

انعامات کا اعلان جناب دوست محمد فیضی نے کیا۔ انھوں نے اپنی مختصر مگر مزے دار تقریر میں کہا کہ ایسے مقابلوں میں مقرروں کا امتحان ہوتا ہے، لیکن آج ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم منصفوں کا امتحان ہے، اس لیے کہ اتنی اچھی اچھی تقریروں میں فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ انعام

منصفین، صدرِ جلسہ، جناب حکیم محمد سعید، مہمان خصوصی اور معززین کے ساتھ مختلف ملکوں کے **قومی** لباس میں نونہالوں کی گروپ تصویر۔

نونہال دائرے کی صورت میں گھومتے ہوئے امن کے گیت گا رہے ہیں۔

بزمِ ہمدرد نونہال میں اس بار غیر ملکی ماہرین نے بھی شرکت کی ۔

کس کو دیں، کس کو نہ دیں ۔ بہر حال میں تمام نونہالوں کو مبارک باد دیتا ہوں ۔

جناب اے ۔ کے ۔ بروہی نے پہلے اردو میں، پھر انگریزی میں بہت عمدہ تقریر کی ۔ انھوں نے کہا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ کیا ہم اپنے بچپن میں اتنی عمدہ تقریریں کر سکتے تھے ۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ نہیں، کیوں کہ اُس زمانے میں نہ ہمدرد نے یہ انتظام کیا تھا اور نہ حکیم محمد سعید صاحب تھے، جنھوں نے آج کے بچّوں کے لیے یہ خدمت انجام دی ہے ۔

جناب حکیم محمد سعید آج بہت خوش تھے ۔ ان کو آج نونہالوں کی تقریریں اور باتیں بہت ہی پسند آئی تھیں ۔ حکیم صاحب نے خود بھی بڑی مزے دار تقریر کی ۔ انھوں نے کہا کہ میری والدہ نے مجھے جو نصیحتیں کی تھیں، میں ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں ۔ انھوں نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ کسی سے انتقام نہ لینا اور شہرت کے پیچھے نہ بھاگنا ۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر آج ہم سب، خاص طور پر یہاں جو ۱۴، ۱۵ سو بچے بڑے جمع ہیں وہ یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم انتقام نہیں لیں گے اور اگر کوئی برائی کرے گا تو اس کا بدلا بھلائی سے دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ زندگی میں کبھی ناکامی نہیں ہو گی ۔

حکیم صاحب کی تقریر کے بعد جناب بروہی نے انعامات تقسیم کیے اور یہ پُر بہار تقریب ختم ہوئی ۔

صحّت مند نونہال

نفیسہ بیگم، کراچی

زیبا پروین، کراچی

خلیل الرحمن سومرو، لاڑکانہ

سید عمران، کراچی

سید محبوب شاہ، کراچی

محمد خالد حبیب، لاڑکانہ

شبّر احمد قادری، کراچی

طارق محمود، راولپنڈی

عاصم الٰہی کیانی، کراچی

ذاکر الدین، کراچی

سید محمد عاطف سلیم، کراچی

سید تحسین ریاض جیلانی، کراچی

خرم رفیع، کراچی

طارق جعفر، کراچی

❀ ایک صاحب سینما میں فلم دیکھ رہے تھے۔ جب کوئی دردناک سین آتا تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے۔ ساتھ ہی ایک ڈاکٹر بیٹھے تھے۔ تنگ آکر انھوں نے ان صاحب کو ایک گولی دی اور کہا، اسے چوستے رہیں آپ بالکل نہیں روئیں گے۔ فلم کے اختتام تک وہ صاحب چپ چاپ بیٹھے فلم دیکھتے رہے۔ فلم ختم ہونے کے بعد ان صاحب نے ڈاکٹر سے پوچھا:

"براہِ کرم مجھے اس گولی کا نام بتا دیجیے۔ تاکہ آیندہ بھی استعمال کر سکوں۔"

ڈاکٹر نے جواب دیا، "یہ گولی نہیں، میرے کوٹ کا بٹن تھا۔"

مرسلہ: شازیہ شفیق، بہار کالونی

❀ ایک شخص کے گھر مہمان آیا جس نے سارا کھانا کھا لیا۔ گھر والے بھوکے رہ گئے۔ میزبان کا چھے سالہ بچہ بھوک برداشت نہ کر سکا اور رونے لگا۔ اس کی ماں نے اس کو چپ کراتے ہوئے کہا، "صبر کرو بیٹے، مہمان کو جانے دو پھر ہم سب مل کر روئیں گے۔"

❀ دو شہری آپس میں باتیں کرتے ہوئے ایک سڑک پر جا رہے تھے کہ اچانک ایک دیہاتی ان کے درمیان چلنے لگا۔ ان میں سے ایک شہری نے ازراہِ مذاق دیہاتی سے پوچھا، "کیوں بھائی، تم احمق ہو یا بے وقوف؟"

دیہاتی نے بڑی معصومیت سے جواب دیا، "دونوں کے بیچ میں ہوں۔"

مرسلہ: عبدالمجید سومرو، لاڑکانہ

❀ ایک مجلس میں چاندی کے برتنوں میں کھانا کھلایا گیا۔ ایک صاحب نے ایک چمچ اپنی جیب میں ڈال لیا۔ ایک دوسرے شخص نے دیکھ لیا۔ وہ حاضرین سے کہنے لگا، "دیکھیے حضرات! میں کوئی شعبدہ باز نہیں، لیکن میں اپنی جیب میں ایک چمچ ڈال کر ان صاحب کی جیب سے نکالوں گا۔" چناں چہ اس نے ایسا ہی کیا اور لوگ حیران رہ گئے۔

مرسلہ: طاہرہ فاطمہ، کراچی

❀ دو پاگل، پاگل خانے سے بھاگے اور دو سائکلیں چُرا کر شہر کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک پاگل نے سائکل سے اُتر کر پچھلے ٹائر کی ہوا نکال دی۔ دوسرے پاگل

نے پوچھا، "سائکل کی ہوا کیوں نکال دی؟"

پہلے پاگل نے جواب دیا، "میرا پاؤں پیڈل تک نہیں پہنچتا تھا، اس لیے اس کی ہوا نکال دی۔ اب سائکل کچھ نیچی ہو جائے گی۔"

دوسرا پاگل فوراً اپنی سائکل سے اُترا اور ہینڈل کو گدّی کی جگہ پر اور گدی کو ہینڈل کی جگہ پر لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ پہلے پاگل نے پوچھا، "یہ کیا کر رہے ہو؟" دوسرے پاگل نے جواب دیا، "میں واپس جا رہا ہوں میں تجھ جیسے پاگل کے ساتھ کہیں نہیں جا سکتا۔"

مرسلہ: محمد ذیشان، کراچی

❀ ایک صاحب بَلا کے بہرے تھے۔ وہ اپنے ایک دوست سے ملنے گئے تو ان کے دوست کے کتّے نے انھیں دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا۔ وہ بہرے تو تھے ہی اس لیے بے دریغ گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ اپنے دوست سے ملے تو کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ تمھارا کتا کل رات سو نہیں سکا، میری طرف دیکھ کر جمائیاں لے رہا تھا۔"

❀ ایک میراثی کی گھوڑی بیمار ہو گئی۔ وہ اس کو ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے لے گیا۔ ڈاکٹر جب گھوڑی کو دیکھنے لگا تو گھوڑی پیار سے ڈاکٹر کو چاٹنے لگی۔ میراثی دیکھ دیکھ کر بہت زور سے ہنسنے لگا۔ ڈاکٹر نے اس کی ہنسی کی وجہ پوچھی تو میراثی نے بہ مشکل ہنسی روک کر کہا کہ "جناب، یہ آپ کو اپنا بچّہ سمجھ رہی ہے۔" محمد سہیل، کراچی

❀ بیگم شاپنگ سے گھر لوٹی تو سامان سے لدی ہوئی تھی۔ اپنے شوہر سے بولی، "آج میں شاپنگ کر کے تھک گئی ہوں، سامان تو نیچے اتروا دو۔"

شوہر آگے بڑھا تو ایک ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا، "معلوم ہوتا ہے اس ڈبے میں کھانے کی کوئی چیز ہے؟"

بیوی نے جواب دیا، "تم نے درست اندازہ لگایا، اس میں میرے نئے سینڈل ہیں۔"

❀ ایک دوست نے دوسرے سے کہا، "تم تو کہتے تھے کہ کل رات میری بیوی نے چور کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔" دوست نے جواب دیا، "ہاں غلط فہمی سے وہ ایسا کر بیٹھی، دراصل وہ سمجھی کہ میں آیا ہوں۔"

مرسلہ: سید محمد عترت کاظمی، لاہور

❀ پولیس کے ایک زیرِ تربیت سپاہی سے اس کے استاد نے پوچھا، "بتاؤ اگر کسی مجمع کو منتشر کرنا ہو تو کیا کرو گے؟"

سپاہی نے جواب دیا، "جناب، میں چندہ مانگنا شروع کر دوں گا۔" مرسلہ: ثمینہ کنول، کراچی

❀ ایک دوست نے دوسرے سے پوچھا کہ جب عقل تقسیم ہو رہی تھی تو تم کہاں تھے؟ وہ کہنے لگا، میں تمھیں بُلانے گیا تھا۔

❀ ایک آدمی روزانہ چڑیا گھر جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ جب گیا تو سب جانور ہنس رہے تھے۔ اس نے وہاں کے ایک ملازم سے پوچھا کہ یہ کیوں ہنس رہے ہیں؟ ملازم نے کہا، لومڑی نے لطیفہ سنایا ہے۔ دوسرے دن جب وہ آدمی پھر چڑیا گھر گیا تو صرف گدھا ہنس رہا تھا۔ اس نے

پھر اسی ملازم سے پوچھا، یہ کیوں ہنس رہا ہے؟ اس نے کہا کہ کل والا لطیفہ اس کی آج سمجھ میں آیا ہے۔

مرسلہ: مشتاق احمد، ایبٹ آباد

❀ گیند کھڑکی کے شیشے سے ٹکرایا اور شیشہ پاش پاش ہو گیا۔ گھر کی مالکہ نے باہر نکل کر دیکھا تو گلی سنسان پڑی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے گھر کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ گھر کی مالکہ نے دروازہ کھولا تو باہر ایک لڑکا کھڑا تھا۔ اس نے کہا: "محترمہ میں معافی چاہتا ہوں کہ میری گیند سے آپ کے گھر کا شیشہ ٹوٹ گیا۔ میرے والد آرہے ہیں۔ شیشہ لگا دیں گے۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور کھڑکی کا شیشہ لگا دیا اور عورت سے بولا، "دس رُپے دے دیجیے۔"

عورت نے حیرانی سے پوچھا "دس رُپے کس بات کے، کیا تم اس لڑکے کے والد نہیں ہو جس نے شیشہ توڑا تھا۔" وہ شخص بڑا حیران ہوا اور کہا، "کیا آپ لڑکے کی والدہ نہیں ہیں؟"

❀ ایک صاحب نے تصویری نمائش میں ایک پردے پر بنی ہوئی تصویر دیکھ کر اس کی تعریفیں شروع کر دیں۔ "واہ وا، کیسا شاہ کار ہے۔ ایسے پردے پر ایسا تجریدی آرٹ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

اتنے میں مصوّر ان کے پاس آکر بولا، "جناب، یہ کوئی تصویر نہیں بلکہ یہ تو میرے برش پونچھنے کا پردہ ہے۔"

مرسلہ: محمد علی، گھوٹکی

❀ دو دوست ایک مکان میں اکھٹے رہا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک دوست کو ٹیلے فون پر دیر تک باتیں کرنے کی عادت تھی۔ ایک مرتبہ فون آیا تو اس نے صرف پچیس منٹ تک بات کی اور فون رکھ دیا۔ اس مختصر گفت گو پر دوسرے دوست کو حیرت ہوئی تو اس نے پوچھا،

"یہ کس کا فون تھا جو اتنی جلدی سلسلہ منقطع ہو گیا؟"

دوسرے دوست نے بیزاری سے جواب دیا، "رانگ نمبر تھا۔"

مرسلہ: نادیہ سعید، سیال کوٹ

❀ الیکشن کے دن قریب آرہے تھے۔ ایک جلسے میں ایک صاحب اپنے کونسلر کی تعریف پر تعریف کرتے جا رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے:

وہ سمندر ہے ہم اس کی لہریں ہیں
وہ سورج ہے ہم اس کی کرنیں ہیں
وہ پھول ہے ہم اس کی خوش بُو ہیں

اچانک پیچھے سے آواز آئی:
"وہ دیگ ہے تم اس کے چمچے ہو۔"

مرسلہ: شہنشاہ خان مہمند، کراچی

❀ باپ (بیٹے سے) نوٹ بک کسے کہتے ہیں؟

بیٹا: جس میں نوٹ ہی نوٹ بھرے ہوں۔

مرسلہ: شبینہ خورشید، کراچی

بزم ہمدرد نونہال — بچّوں کی شامِ ہمدرد

کوئز ۔ مشاعرہ ۔ تقریری مقابلہ ۔ مباحثہ ۔ بیت بازی ۔ مضمون نویسی اور بغیر تیاری تقریر کا مقابلہ ۔ نونہالوں کی سائنسی ایجادات کی نمائش اور مصوری کا مقابلہ ۔ عالم شخصیتوں سے ملاقات ۔ یہ اور اس قسم کے دل چسپ اور پُر مقصد تعلیمی پروگرام اگست ۸۵ء سے کراچی میں "بزم ہمدرد نونہال" کے تحت ہو رہے ہیں، جن میں ہزاروں بچّے بڑے شوق سے شرکت کرتے ہیں۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ لاہور میں بھی "بزم ہمدرد نونہال" جما کرے گی۔ لاہور اور کراچی کے بچّے بچّیاں جو اس بزم میں شریک ہونا چاہیں یہ "کوپن" بھر کر بھیج دیں۔

کوپن بزم ہمدرد نونہال

محترم حکیم محمد سعید صاحب ! السلام علیکم

مجھے خوشی ہے کہ نونہالانِ وطن کی تعلیم، صحّت اور بھلائی کے لیے ہمدرد کی خدمات کا دائرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ میں بھی بزم کا کوپن بھر کر بھیج رہا ہوں۔ مہربانی کر کے مجھے بھی دعوت نامہ بھجوا دیجیے :۔

نام ______________________

والد محترم کا نام ______________________

تاریخ پیدائش ______________________

دل چسپیاں ______________________

اسکول کا نام ______________________

صدر مدرس کا نام ______________________

گھر کا پورا پتا ______________________

____

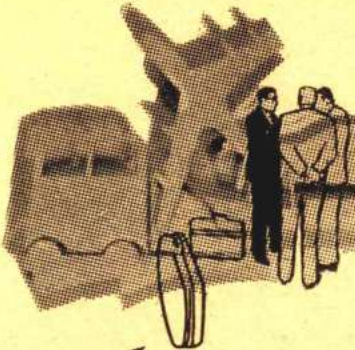

سفر میں کارمینا ساتھ رکھیئے

سفر مختصر ہو یا طویل سفر کی تکان، آب و ہوا اور کھانے پینے کے معمول میں تبدیلی عموماً نظامِ ہضم کو متاثر کرتی ہیں۔

دورانِ سفر اپنی غذا کا خاص خیال رکھیئے۔ اناپ شناپ اور مرچ مسالے دار اشیائے خوردنی سے پرہیز کیجیے۔ بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت وغیرہ کی صورت میں کارمینا استعمال کیجیے۔

کارمینا

نظامِ ہضم کو بیدار کرتی ہے، معدے اور آنتوں کے افعال کو منظم و درست کرتی ہے

کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیئے

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آوازِ اخلاق

دیانت داری خود اعتمادی پیدا کرتی ہے

Adarts CAR-2/82

تحفے

مقام نامعلوم

مرسلہ: محمد رشید قمر، بہاول پور

شہروں کے نام تو ہر کتاب اور رسالے میں آتے رہتے ہیں، مگر ایک شہر ایسا ہے جس کا نام تقریباً ہر رسالے میں آتا ہے۔ وہ شہر ہے "مقام نامعلوم"۔ ہمدرد نونہال میں بھی یہ نام کم و بیش ہر بار ہی ہوتا ہے۔ اخباروں کو دیکھیے وہاں بھی یہ نام ہوگا۔ ریڈیو پر بچّوں کا پروگرام ہو یا فرمائشی پروگرام وہاں بھی یہ نام آپ کو سننے کو ملے گا۔ پتا نہیں یہ شہر کس ملک میں ہے اور کہاں ہے۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ نام پوری دنیا میں استعمال ہوتا ہے۔

دولت جو چوری نہیں ہوتی

مرسلہ: پرنم جان، شمالی ناظم آباد

علم ایک ایسی دولت ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔ علم ایک ایسی پونجی ہے جسے نہ کوئی چُرا سکتا ہے اور نہ لوٹ سکتا ہے، اس لیے علم حاصل کرو اور علم کی شمع ہاتھ میں لے کر دوسرے تک علم کی روشنی پہنچاؤ۔ علم حاصل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا ایک مقدس کام ہے۔ علم حاصل کرنے پر اسلام نے بھی بہت زور دیا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ علم حاصل کرو چاہے اس کے لیے تمھیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔" اس لیے علم حاصل کرنے میں خوب دل لگاؤ، محنت کرو، ہمیشہ کام یاب رہو گے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا، "جو شخص تلاشِ علم میں نکلا وہ اپنی واپسی تک گویا خدا کی راہ پر رہا۔" دوستو! خوب علم حاصل کرو اور ملک و قوم کی دل سے خدمت کرو۔

موسیقی کی قبر

مرسلہ: ثمرہ نعیم، کراچی

تخت نشین ہونے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے موسیقی کی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

تخت نشینی کے گیارہویں برس اورنگ زیب عالمگیر نے شاہی دربار کے تمام موسیقاروں کو برخاست کر دیا۔ مشہور ہے کہ اس موقع پر شاہی فن کاروں نے ایک نقلی جنازہ تیار کیا اور روتے پیٹتے شاہی نشست گاہ کے سامنے سے نکلے۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ "کون مر گیا ہے؟"

ان لوگوں نے جواب دیا کہ "راگ مر گیا ہے اور ہم اُسے دفنانے قبرستان جا رہے ہیں۔"

اورنگ زیب سمجھ گیا۔ اس نے مسکرا کر کہا، "قبر گہری کھودنا۔"

تصویر کا استعمال

مرسلہ، سہیل احمد، دولت نگر

علّامہ انور صابری بڑے بھاری بھرکم تھے۔ سیاہ داڑھی، لمبے سیاہ بال، لیکن بے حد خوش مزاج اور باغ و بہار طبیعت کے انسان تھے۔ ایک مرتبہ بھوپال میں ایک عالی شان مشاعرہ منعقد ہوا۔ انور صابری صاحب اپنی کاکلیں جھٹک جھٹک کر اپنا کلام سُنا رہے تھے۔ ایک صاحب زادے نے اپنے کیمرے سے اُن کی تصویر اُتارنی چاہی، علّامہ نے دیکھا تو فرمایا، "میاں صاحب زادے، میری تصویر اُتار کر کیا کرو گے؟"

پاس ہی شعری بھوپالی بیٹھے تھے۔ انھوں نے بے ساختہ فقرہ چُست کیا، "بچّوں کو ڈرائیں گے۔" پوری محفل قہقہوں سے گونج اُٹھی

انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا

مرسلہ، ریشماں امیر غوری، کراچی

اپنے ہم جنسوں سے اپنی حالت کا مقابلہ کرنا انسانی فطرت ہے۔ ہوس اسے آگے بڑھنے اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ فطری طور پر اپنی اچھی چیزوں کو زیادہ ہوتے ہوئے بھی کم اور بُری چیزوں کو کم ہوتے ہوئے بھی دوسروں سے زیادہ سمجھتا ہے۔ اس کی دسترس صبر و قناعت پر بھی ہوتی ہے اور وہم پر بھی، لیکن اس کا نفس اسے وہم کی پیروی کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اسے اپنا آرام و سکون دوسروں سے زیادہ ہونے کے باوجود کم اور اپنی تکلیف کم ہونے کے باوجود زیادہ لگتی ہے۔ اسے اپنے سر کا معمولی درد دوسرے کے گُردے کے شدید درد سے زیادہ محسوس ہوتا ہے، کیوں کہ وہ توکّل، صبر اور قناعت سے کام لینے کے بجائے وہم کا آلۂ کار بن جاتا ہے اور اسی لیے وہ کسی بھی حال میں خوش نہیں رہتا۔

—— مولانا محمد حسین آزاد

سرِ مُو فرق

مرسلہ: عائشہ سلیمان، کراچی

ایک خاں صاحب اپنے شہر کے سب سے دولت مند شخص تھے۔ ایک دن ایک عالم کو دیکھا۔ خاں صاحب اس فقیر کو دیکھ کر حیران رہ گئے، کیوں کہ اس عالم اور ان میں بالکل بھی فرق نہیں تھا۔ خاں صاحب کو ایک دل چسپ بات سوجھی۔ انھوں نے ایک بہت بڑی تقریب کی اور اس تقریب میں بہت سے لوگوں کو دعوت دی۔ جب سب لوگ آگئے تو بڑے دروازے سے دو آدمی داخل ہوئے۔ دونوں بالکل ایک جیسے تھے۔ سب حیران رہ گئے۔ اب خاں صاحب کے سیکریٹری نے یہ اعلان کیا کہ جو ثبوت کے ساتھ یہ بتائے گا کہ ان میں خاں صاحب کون ہیں اور عالم کون، اُسے خاں صاحب اپنا مشیر بنا لیں گے۔ سب خاموش بیٹھے رہے۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی اٹھا۔ اس نے ایک کتاب اور سو کا نوٹ پہلے آدمی کے سامنے رکھا۔ اس نے کتاب اُٹھالی۔ پھر اسی طرح دوسرے کے آگے کتاب اور نوٹ رکھا تو اس نے جھپٹ کر سو کا نوٹ اُٹھا لیا۔ بات واضح تھی۔ پہلا آدمی عالم اور دوسرا خاں صاحب تھے، کیوں کہ دونوں نے اپنی پسند کی چیزیں

تھی۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ خاں صاحب بھی اڈھیڑ عمر آدمی کی عقل مندی سے متاثر ہوتے اور اس کو اپنا مشیر مقرر کر لیا۔

یادداشت

مرسلہ: سلمان اقبال، حیدر آباد

ایک غائب دماغ پروفیسر رات کو دیر تک بیٹھے سوچتے رہے کہ صبح اُٹھ کر انھیں کون سا کام کرنا ہے۔ وہ کافی دیر تک سوچتے رہے اور رات کو ایک بجے انھیں یاد آیا کہ دراصل صبح جلدی اُٹھنے کے لیے انھیں رات کو جلد سو جانا تھا۔

حکم

مرسلہ: اُم حبیبہ، جے پور

ایک دفعہ امریکا کی خانہ جنگی کے دوران صدر ابراہام لنکن کی طرف سے جرنیلوں کو حکم ملا کہ ہر کارروائی کی رپورٹ مجھے روز روانہ کی جائے۔ ایک دن ابراہام لنکن کو تار ملا کہ "چھے گائیں ہاتھ لگی ہیں، ان کا کیا کیا جائے؟"

ابراہام لنکن نے جواب دیا، "ان کا دودھ نکال لیجیے۔"

کفایت شعاری

مرسلہ: مختار احمد انصاری، لاڑکانہ

"کفایت شعاری قومی دولت ہے۔ اس سے پاکستان کی تعمیر و ترقی میں زبردست مدد ملے گی۔ اس لیے بچت سے کام لیجیے۔

—— قائداعظم

مصروفیت

مرسلہ: نائلہ غفار خاں، ساہی وال

ایک خاتون ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر کار چلا رہی تھیں۔ پیچھے سے آنے والے شخص نے قریب آکر کہا، "محترمہ، میں گھنٹہ بھر سے انتظار کر رہا ہوں کہ آپ کب گاڑی موڑیں، مگر آپ ہیں کہ....."

"تمھیں نظر نہیں آتا کہ مجھے گاڑی موڑنی نہیں ہے، میں اپنی نیل پالش سکھا رہی ہوں۔" خاتون نے تنک کر جواب دیا۔

اصلی نام

مرسلہ: صفیہ وارث، منو آباد

مشہور نام	اصلی یا مکمل نام
بوعلی سینا	ابوعلی الحسین
ٹیپو سلطان	فتح علی
ساحر لدھیانوی	عبدالحئی
شہزادہ سلیم	نورالدین محمد جہانگیر
لعل شہباز قلندر	عثمان مروندی
جگر مرادآبادی	علی سکندر
ابنِ عربی	محی الدین
حسرت موہانی	سید فضل الحسن
شوق قدوائی	احمد علی
اکبر الہ آبادی	سید اکبر حسین
شوکت تھانوی	محمد عمر
سلطان صلاح الدین	یوسف

دوستی

مرسلہ: معراج یاسمین، ڈیرہ اسماعیل خاں

دوستی روح کی شاعری ہے، جس کا ایک مصرعہ آپ اور دوسرا آپ کا دوست لکھتا ہے۔

دوستی ایک ایسا پھول ہے، جو مُرجھانے کے بعد بھی اپنے اندر خوش بُو رکھتا ہے۔

دوستی دو ہاتھ ہیں، جس کا مطلب ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔

لازوال مہک

مرسلہ: محمد امیر صدیقی، نئی کراچی

دنیا میں ہزارہا اقسام کے درخت ہیں، مگر لازوال مہک رکھنے والا پھول دوستی کا پھول ہے، جس سے نگاہیں خیرہ اور دل مسرور ہو جاتا ہے۔ اس کی نشوونما کے لیے اعتماد، اعتبار اور خلوص بہترین کھاد کا کام انجام دیتے ہیں۔

کوشش

مرسلہ: ہما اختر، لاڑکانہ

انسان دنیا کے سمندر میں تنکے کی طرح بہ جانے کے لیے پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ اس لیے بھیجا گیا کہ ملاّح کی طرح موجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے پار اُترنے کی کوشش کرے۔

اقوالِ زریں

مرسلہ: محمد محسن راہی، حیدرآباد

میٹھی زبان بے شمار دشمنوں سے بچاتی ہے۔

اچھے دوست کی تلاش کے بجائے خود اچھا بننے کی کوشش کرو۔

- ذہنی صلاحیتیں آرام سے نہیں استعمال سے اُبھرتی ہیں۔
- علم کی مجلس جنّت کا باغ ہے۔
- لگن اور اعتماد انسان کو کام یابی سے ہم کنار کر دیتے ہیں۔
- علم ایک ایسا بادل ہے جس سے رحمت برستی ہے۔

ایک شعر

مرسلہ: فرزانہ اکرم منہاس، لالہ موسیٰ

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا چاہے کتنا ہی ہو صاحب فہم و ذکی
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

—— بہادر شاہ ظفر

خودی

مرسلہ: مسعود احمد خان، مٹھا ٹوانہ

حضرت علیؓ نے فرمایا:

"سارے علوم سے مفید علم اپنے آپ کو پہچاننا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ جب آدمی کچھ کھوتا ہے تو اس کی تلاش میں لگ جاتا ہے، مگر جب اپنی خودی کھوتا ہے تو اس کی تلاش نہیں کرتا۔"

اس میں کیا کمی ہے

مرسلہ: نادیہ ساجد، پنجاب ٹاؤن

ایک دولت مند نے اپنے واسطے مقبرہ بنوایا تھا۔ جب وہ تیار ہو گیا تو معمار سے پوچھا، اس میں اور کیا کمی ہے؟ اس نے کہا، آپ کے وجود شریف کی۔

معلوماتِ عامّہ ۲۴۲

اس بار بھی سوالات کی تعداد بارہ ہی ہے، لیکن تصویریں صرف ۱۲ یا ۱۱ صحیح جوابات بھیجنے والوں کی شائع کی جائیں گی۔ دس اور نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ جوابات ۱۵۔ جون ۸۶ء تک بھیج دیجیے۔ جوابات کے نیچے اپنا صاف نام اور پورا پتا لکھیے۔

۱۔ "رَفعِ یَدَین" کا مطلب کیا ہے؟

۲۔ اُن پیغمبر کا نام کیا ہے، جن کی آواز کی قرآن شریف میں تعریف کی گئی ہے۔

۳۔ "آدمی نامہ" کے عنوان سے سب سے پہلے کس مشہور شاعر نے نظم لکھی تھی؟

۴۔ کس مغل بادشاہ کے زمانے میں انگریزوں نے ہندوستان میں اپنا پہلا تجارتی مرکز بنایا تھا؟

۵۔ قائدِ اعظم مسلم لیگ کے رکن کب بنے تھے؟

۶۔ داتا کی نگری کس شہر کو کہا جاتا ہے؟

۷۔ اس مسلمان قانون داں کا نام بتائیے جو مشہور فلسفی اسٹوارٹ مِل اور مشہور شاعر ٹینی سن کے ملاقاتیوں میں سے تھا۔

۸۔ کرکٹ میں دو امپائر ہوتے ہیں۔ بتائیے ہاکی میں کتنے امپائر ہوتے ہیں؟

۹۔ ریڈیو کے اُن فن کار کا نام بتائیے جو اب ٹی وی کے پروگراموں میں آتے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ قاضی کا لفظ آتا ہے۔

۱۰۔ سب سے پہلا فٹ بال ورلڈ کپ ۱۹۳۲ء میں کھیلا گیا تھا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کس نے جیتا تھا؟

۱۱۔ "نشاطِ روح" کس شاعر کے دیوان کا نام ہے؟

۱۲۔ "تذکرہ گلشن بے خار" کس کی تصنیف ہے؟

اس شمارے کے مشکل الفاظ

نونہالوں کی خواہش پر ہر لفظ کے سامنے اُس زبان کا اشارہ بھی لکھا جا رہا ہے جس سے وہ لفظ اردو میں آیا ہے۔
یہ اشارے اس طرح لکھے ہوں گے ، ع : عربی ، ف : فارسی ، ہ : ہندی ، س : سنسکرت ، ت : ترکی ، انگ : انگریزی ، ا : اردو۔

تحمّل : (ع) تَ حَم مُل : برداشت، سہار، بُردباری۔
عرفان : (ع) عِر فا ن : پہچاننا، خداشناسی۔
کون و مکاں : (ف) کَونُ نُو مَکاں : دنیا، جہان۔
یزداں : (ف) یَز دَ اں : اللہ تعالیٰ۔
افتخار : (ع) اِف تِخا ر : فخر کرنا، ناز کرنا، عزّت، بڑائی۔
گھات : (ہ) گھا ت : موقع، تاک میں رہنا، فریب، دھوکا، چال۔
فَرط : (ع) فَر ط : افراط، کثرت، زیادتی۔
رعنائی : (ف) رَع نا ای : خوبی، خوب صورتی، خوشنمائی۔
شرف : (ع) شَرَ ف : بزرگی، بلندی، عزّت۔
جہات : (ع) جِ ہا ت : جہت کی جمع، جانب، سمت۔
سپر : (ف) سِ پَر : ڈھال، آڑ، حفاظت۔
سیف : (ع) سَیف : تلوار۔
کیف : (ف) کے ف : حالت، نشہ، سُرور۔
خود آگاہی : (ف) خُد آ گا ہی : اپنے بارے میں جاننا۔
عزائم : (ع) عَزَا اِ م : عزیمت کی جمع، ارادے۔
ربط : (ع) رَ ب ط : تعلق، لگاؤ، دوستی، نسبت۔
ستم گر : (ف) سِتَم گَر : ظالم، سختی کرنے والا۔

فزوں : (ف) فَزُ و ں : زیادہ۔
ناچار : (ف) نا چا ر : بے بس، مجبور۔
اِستادہ : (ف) اِس تا دَ ہ : کھڑے ہونا، کھڑا ہوا۔
قیاس : (ع) قِ یا س : اندازہ، خیال، اٹکل۔
قرینِ قیاس : (ع) قَرِینِ قِیاس : وہ بات جسے عقل قبول کرے۔
ہیٹا : (ہ) ہے ٹا : کم رتبہ، گھٹیا، ناقص۔
انہماک : (ع) اِن ہِما ک : کسی کام میں محو ہونا۔
مطلوبہ : (ع) مَط لُو بَہ : جو طلب کیا گیا، پسندیدہ۔
سکتہ : (ع) سَک تَہ : ایک بیماری جس میں آدمی پر موت کی سی بے ہوشی چھا جاتی ہے، شعر کا ناموزوں ہونا۔
تجاوز : (ع) تَجا وُ ز : حد سے گزرنا، فرق۔
شیفتہ : (ف) شے ف تَہ : عاشق، مدہوش۔
کفیل : (ف) کَ فِیل : ضامن، ذمے داری قبول کرنے والا۔
لَوح : (ع) لَو ح : تختہ یا تختی، پٹرا یا پٹری۔
خوش الحان : (ف) خُش اِل حان : اچھی آواز والا۔

منتخب کہانیاں

خاص نمبر (ستمبر ۸۵ء) میں انعامی کہانیوں کا اعلان کیا گیا۔ اس میں جو کہانیاں اول، دوم اور سوم آئی تھیں وہ فروری ۸۶ء میں شائع ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ پندرہ اچھی کہانیوں میں سے دو کہانیاں یہاں شائع کی جا رہی ہیں۔ باقی آیندہ شائع کی جائیں گی۔

گھونسلا

فاروق انور، کراچی

ہمارا گھر بہت بڑا ہے، مگر ہمارے حصّے میں صرف ایک کمرا آیا ہے۔ وہ اس لیے کہ ہم سب یعنی ہمارے دونوں ماموں، خالہ اور ہم اکٹھّے رہتے ہیں۔ اس لیے اتنا بڑا گھر ہونے کے باوجود سب کے حصّے میں ایک ایک کمرا آیا ہے۔ میں نے بار بار امّی کو جگہ کی تنگی کے بارے میں کہا، مگر امّی مجھے ہمیشہ یہ کہہ کر خاموش کر دیتیں: "بیٹا، ہم سب یہاں ٹھیک ہیں اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔"

ہمیں اپنے کمرے میں یوں تو ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہیں، لیکن ایک بات ہمیں پریشان کرتی ہے۔ بدقسمتی سے ہم اوپر کی منزل میں رہتے ہیں اور ہمارے کمرے کی چھت لکڑی کی بنی ہوئی ہے، جس میں چڑیاں آسانی سے گھونسلا بنا لیتی ہیں۔ ہر سال بہار کے موسم میں چڑیاں گھونسلا بنانے کی کوشش کرتیں، مگر امّی جگہ کی تنگی کی وجہ سے گھونسلا بننے سے پہلے ہی ان کو وہاں سے بھگا دیتیں۔ چڑیاں دوبارہ کوشش کرتیں، مگر امّی ایسا نہ ہونے دیتیں۔ اور اس طرح یہ آنکھ مچولی تقریباً ایک ماہ تک جاری رہتی۔ اس کے بعد یہ چڑیاں باہر جا کر ڈیرا ڈال لیتیں۔

ایک شام کو ہم سب بہن بھائی میکینو کھیل رہے تھے۔ میں نے جیپ بنانے کی کوشش کی، مگر نہ بن سکی تو میں نے چیخنا شروع کر دیا۔ میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں، لیکن مجھے اس بات کا خود بھی احساس ہے کہ میں غلط حرکتیں کرتا ہوں۔ ذرا ذرا سی بات سے گھبرا جاتا ہوں۔ چھوٹے بہن بھائیوں کو مارتا ہوں۔ زور زور سے بولتا اور چلّاتا ہوں۔ امّی نے مجھے اکثر بہت پیار سے سمجھایا مگر جب بھی کوئی الجھن پیش آتی میں پھر وہی چیخ پکار شروع کر دیتا۔

اس وقت بھی یہی ہوا۔ امّی میری چیخیں سُن کر باہر آگئیں اور ٹریکٹر بنانے لگیں، مگر ٹریکٹر اُن سے بھی نہ

بنا تو میں نے گھبرا کر دوبارہ رونا شروع کر دیا۔ اب میری امی نے تنگ آ کے مجھے ڈانٹا اور یہ سزا تجویز کی کہ کل سے تمام کھیل بند۔ امّی نے کہا، جو بچہ کھیل اور کام میں اپنی مشکل حل نہیں کر سکتا، اسے کھیلنے کا کوئی حق نہیں۔

اتفاقاً ہمیں کچھ دن کے لیے گھر سے باہر رہنا پڑا۔ واپسی پر چڑیوں نے دن رات کی محنت سے گھونسلا مکمل کر لیا۔ جب ہم واپس آئے تو امی کو چڑیوں کا گھونسلا نظر آ گیا۔ امّی نے بانس پکڑا اور گھونسلا نیچے گرا دیا، لیکن بعد میں چڑیا کا گھونسلا دیکھ کر امی کو بھی بہت دکھ ہوا۔ دونوں چڑیاں گھونسلے والی خالی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھیں اور عجیب نظروں سے ہمیں دیکھ رہی تھیں۔ نہ جانے ان نظروں میں کیا تھا کہ امّی نے اپنی نظریں جھکا لیں اور خدا سے دعا مانگنے لگیں: "اے خدا، مجھے اس زیادتی پر معاف فرما۔"

ہم سب امّی کی طرف متوجہ تھے کہ چڑیا کے اُڑنے کی آواز آئی۔ ہم نے دیکھا کہ دونوں چڑیاں تنکے اُٹھا کر دوبارہ لا رہی ہیں۔ انھوں نے ایک منٹ بھی ضائع نہ کیا اور دوبارہ گھونسلا بنانا شروع کر دیا۔

اب امّی چڑیوں کو دوبارہ گھونسلا بنانے کی اجازت دے کر میری طرف غور سے دیکھ رہی تھیں۔ میں امّی کی نظروں کی شدت کی تاب نہ لا سکا اور سر جھکا لیا۔

وہ بات جو میری امّی کا پیار، مار اور جھڑکیاں نہ سمجھا سکیں، وہ میں چڑیوں کی ہمت سے سمجھ گیا۔ بھلا بوجھو تو میری امّی کی نظروں اور چڑیوں کے دوبارہ گھونسلا بنانے میں کیا پیغام تھا؟

کہو تو بتاؤں؟ میری امّی کی نظروں میں یہ پیغام تھا کہ دیکھو ان چڑیوں کی طرف، جنھوں نے بار بار گھونسلا اُجڑنے کے باوجود ہمت نہیں ہاری، وقت نہیں ضائع کیا، گھبرائی نہیں اور دوبارہ کام شروع کر دیا۔ ایک تم ہو کہ ہر پریشانی پر گھبرا جاتے ہو۔ گھبرانے سے کبھی کام مکمل نہیں ہوتا۔

چڑیوں نے مجھے یہ سبق سکھایا کہ اے انسان، ہم تو کم عقل پرندے ہیں۔ ہم اتنی خوبیوں کے حامل نہیں جتنی کہ تم ہو۔ تم کو تو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے۔ تمھیں یہ دنیا صبر، ہمّت اور محنت سے فتح کرنی ہے۔ ہمیں دیکھو ہمارا گھونسلا کتنی بار توڑ کر پھینکا گیا، لیکن ہم ہر بار ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ دوبارہ گھونسلا تیار کرنے میں لگ گئے۔ اگر تم ایک بار ناکام ہو جاؤ تو دل نہ ہار بیٹھو، بلکہ مزید دل جمعی سے دوبارہ اپنے کام میں لگ جاؤ۔ مسلسل محنت ہی کامیابی کا راز ہے۔

حج اکبر

نازیہ فیض بلوچ

"اے میرے پروردگار! تُو اپنے کرم سے حافظ جی کو جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرما، اور نیک اجر دے۔

حافظ جی، آپ نے جانے میں اتنی جلدی کیوں کی ۔ کم از کم مجھے اپنے گناہوں کی معافی تو مانگ لینے دیتے۔" وسیم حافظ جی کی قبر پر گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہا تھا ۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا ۔ تمام گناہ، تمام ظلم یاد آرہے تھے۔ جو اس نے حافظ جی پر کیے تھے ۔ آہ حافظ جی، محلّے کی سب سے اہم اور پاکیزہ ہستی، لوگ انھیں جان سے زیادہ چاہتے تھے ۔ کسی کی شادی ہو، عقیقہ ہو یا کوئی تقریب ہو، حافظ جی کو سب سے پہلے دعوت دی جاتی ۔ وسیم کے ابّا حافظ جی کے سب سے گہرے دوست تھے ۔ وسیم ان کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا تھا ۔ وسیم کے ابا میاں عبدالرحمٰن کی خواہش تھی کہ وسیم بڑا ہو کر اعلا تعلیم حاصل کرے، ڈاکٹر بنے اور ملک کی خدمت کرے۔

حافظ جی کے کوئی اولاد نہیں تھی ۔ لے دے کے ان کی ایک ہی خواہش تھی کہ حج کر لیں، مگر ان کے پاس اتنے پیسے نہ تھے ۔ مدرسے میں بچّوں کو پڑھانے سے جو کچھ مل جاتا اسے ایک برتن میں اس امید پر رکھ لیتے کہ شاید حج کی رقم بن جائے ۔ وسیم ایک ذہین بچّہ تھا ۔ سات برس کی عمر میں وہ چوتھی کلاس میں تھا ۔ والدہ کا انتقال ہو چکا تھا ۔ وسیم جب آٹھ برس کا ہوا تو عبدالرحمان نے اسے حافظ جی کے پاس قرآن پاک پڑھنے کے لیے بٹھادیا ۔ حافظ جی وسیم سے بڑی محبّت کرتے تھے۔

ایک دن مسجد کے باہر چھولے والا کھڑا تھا ۔ وسیم کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بھی چھولے کھائے، مگر ایک تو اس کے پاس پیسے نہ تھے دوسرے ابّا میاں نے سختی سے ایسی چیزیں کھانے سے منع کیا تھا ۔ اتنے میں وسیم کی نظر پاس بیٹھے ہوئے لڑکے کی جیب پر گئی ۔ اس میں سے ایک رُپے کا نوٹ جھانک رہا تھا ۔ وسیم نے چپ چاپ سے اس کی جیب میں سے ایک رُپیہ نکال لیا، مگر حافظ جی نے اس کی یہ حرکت دیکھ لی ۔ وہ گرجے "وسیم، ادھر آؤ۔" وسیم حافظ جی کے پاس پہنچا تو انھوں نے اس سے رُپیہ چھین لیا، "یہ کیا حرکت ہے؟" وہ غصّے سے بولے اور جس لڑکے کا رُپیہ تھا اُسے واپس کر دیا ۔ وسیم کو حافظ جی پر بڑا غصّہ آیا ۔ وہ پورا دن اپنی بے عزّتی کے بارے میں سوچتا رہا ۔ "میں بھی حافظ جی کی بے عزّتی کروں گا۔" وہ سوچتا رہا۔

پھر اس دن سے وسیم حافظ جی کا دشمن بن گیا، اگر وہ پانی مانگتے تو گلاس بھر کر جان بوجھ کر ان کے کپڑوں پر چھلکا دیتا ۔ راستے سے اگر گزرتے تو جان بوجھ کر نالی میں پتّھر پھینکتا اور گندے پانی سے ان کے کپڑے خراب ہو جاتے ۔ مدرسے کا سبق جان بوجھ کر غلط سُناتا ۔ کوئی سوال کرتے تو تنک کر جواب دیتا ۔ غرض کہ ان کی ہر طرح کی بے عزّتی کرتا مگر حافظ جی صبر کر لیتے ۔ دن، ہفتے، مہینے اور پھر سال گزرنے لگے ۔ وسیم کی بدتمیزی اور حافظ جی کی خوش اخلاقی میں فرق نہ آیا ۔ ایک دن وسیم نے حافظ جی کی عینک چھپادی ۔ بے چارے حافظ جی ایک گھنٹے تک عینک تلاش کرتے رہے، مگر نہ ملی۔

ایک لڑکے نے کہا، "حافظ جی وسیم نے آپ کی عینک چھپائی ہے۔ حافظ جی نے وسیم کو دیکھا اور پوچھا، "وسیم بیٹے، عینک آپ کے پاس ہے؟" وسیم نے خاموشی سے عینک ان کو دے دی۔ حافظ جی نے وسیم کو ایک لفظ بھی نہ کہا۔ وسیم کو بڑا غصّہ آیا، "آخر حافظ جی کو میری باتوں پر غصّہ کیوں نہیں آتا؟" وہ سوچتا۔ حافظ جی کی خاموشی اس کے غصّے کو اور بڑھا دیتی۔

وسیم اب ایف ایس سی میں تھا۔ اس کے ابّا کی شدید خواہش تھی کہ وہ کسی طرح وسیم کو باہر ملک بھجوادیں اور وسیم وہاں سے اعلا تعلیم حاصل کر کے آئے۔ حافظ جی کا حج کرنے کا ارمان بھی پورا ہونے والا تھا۔ ان کے پاس ۱۵ ہزار روپے جمع ہو چکے تھے۔

اچانک ایک دن عبدالرحمان صاحب پر دل کا دورہ پڑا۔ آخری وقت میں انھوں نے ایک حسرت بھری نگاہ وسیم پر ڈالی اور کہا، "وسیم بیٹے، خواہش تو بہت .... تھی کہ تم اعلا .... اعلا .... تعلیم حاصل کرنے کے لیے .... باہر جاؤ، مگر .... افسوس موت نے .... آہ .... مہلت نہ .... نہ .... دی ....!" اور ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ وسیم بے چارہ گُم سُم رہ گیا۔ اچانک اتنے بڑے حادثے سے اس کا ذہن ماؤف ہو گیا۔ اب وہ دن رات اپنے باپ کی آخری خواہش یاد کر کے روتا، مگر اس کے پاس اتنے پیسے نہ تھے کہ وہ باہر جاکر تعلیم حاصل کرتا۔ تب اس نے ایک فیصلہ کیا۔ اس نے سوچا، "میں اپنے باپ کی آخری خواہش ضرور پوری کروں گا، چاہے مجھے چوری ہی کیوں نہ کرنی پڑے مگر چوری کہاں کروں؟" اچانک اسے حافظ جی کا خیال آیا۔ "ہاں میں ان کے ہاں چوری کروں گا۔ ان کے پندرہ ہزار روپے چراؤں گا۔ اس طرح ان سے بدلا بھی لے سکوں گا۔"

ایک دن موقع پا کر وہ حافظ جی کے حجرے میں داخل ہو گیا، جو مسجد سے ملحق تھا۔ اس نے حجرے کی ایک ایک چیز کھنگال لی مگر پیسے نہ ملے۔ آخر تھک ہار کر وہ حافظ جی کے حجرے سے نکلا اور گھر کی جانب روانہ ہوا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی وہ اُچھل پڑا۔ حافظ جی اس کے گھر بیٹھے تھے۔ حافظ جی بولے، "بیٹے، تمھارے مرحوم باپ کی خواہش تھی کہ تم بیرونی ملک جاکر اچھی تعلیم حاصل کرو، میں جانتا ہوں کہ تمھارے پاس اتنے پیسے نہیں کہ تم اپنے باپ کی خواہش پوری کر سکو، اس لیے مجھے اپنے باپ کی جگہ سمجھ کر یہ رقم قبول کر و۔" انھوں نے ایک پوٹلی اس کی جانب بڑھائی۔

"یہ .... یہ کیا ہے حافظ جی؟" وسیم ہکلایا۔

"بیٹا، یہ پندرہ ہزار روپے ہیں۔ دو یسے تم فکر نہ کرو خدا نے چاہا تو ہر مہینے تمھیں الگ سے خرچ بھیجنے کی کوشش کروں گا۔" حافظ جی محبّت سے بولے۔ "مم .... مگر آپ کا وہ حج؟" وسیم نے پوچھا۔ "بیٹا، تم ڈاکٹر بن کر ملک و قوم

کی خدمت کرو گے یہی میرا سب سے بڑا حج ہو گا اور اللہ نے چاہا تو پھر کبھی سہی۔" وسیم پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔
"حافظ جی، مجھے معاف کر دیں۔ میں نے ہمیشہ آپ کو ستایا ہے۔" حافظ جی نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور چلے گئے۔ پھر وسیم اعلا تعلیم حاصل کرنے کے لیے امریکا چلا گیا۔

ہر ماہ حافظ جی اسے بندھی ہوئی رقم بھیجتے، جسے دیکھ کر وہ رو پڑتا۔ آج وہ ڈاکٹر بن کر اپنے ملک واپس آیا تو اسے پتا چلا کہ حافظ جی کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہ درد ناک خبر پڑھ کر وہ رو پڑا۔ "کب ہوا یہ سانحہ؟" اس نے لوگوں سے دریافت کیا۔ "جی یہی کوئی چھے مہینے ہو گئے۔" کسی نے جواب دیا۔ "چھے مہینے؟" وہ چونک پڑا۔ "پھر ان چھے مہینوں میں مجھے رقم کس نے بھیجی؟"

"بیٹے حافظ جی بہت بیمار تھے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ پانچ ہزار رُپے میں علاج ہو گا۔ ہم محلّے کے لوگوں نے ایک انجمن بنائی اور حافظ جی کے لیے پانچ ہزار رُپے جمع کیے، مگر انھوں نے رقم نہ لی اور کہا کہ یہ رقم ان کے مرنے کے بعد تم کو تھوڑی تھوڑی کر کے بھیج دی جائے۔" محلّے کے ایک بوڑھے شخص نے وسیم کو بتایا۔ وسیم تو اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ اسے اپنی تمام شرارتیں یاد آ رہی تھیں، جو وہ حافظ جی جیسے معصوم انسان سے کرتا تھا۔ آخر انھوں نے اسے بُری حرکت پر ہی تو ڈانٹا تھا، جسے وہ اپنی بے عزتی سمجھ بیٹھا۔ "مجھے معاف کر دیں حافظ جی۔" وہ ان کی قبر پر بیٹھا رو رہا تھا۔ "حافظ جی، میں ایک بڑا آدمی بن گیا ہوں۔ میں نے آپ کا اور ابّا کا خواب پورا کر دیا ہے۔ آپ کے پیسے ضائع نہیں ہوئے حافظ جی، آپ نے حج نہیں حجِ اکبر کیا ہے۔"

بہترین اور معیاری کتابیں

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کی شائع کردہ بچّوں کی اور بڑوں کی کتابیں جو دل چسپ اور سستی بھی ہیں ہمدرد فاؤنڈیشن ناظم آباد نمبر ۳ کے علاوہ مندرجہ ذیل دُکانوں سے بھی مل سکتی ہیں۔

- مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی
- کراچی بُک ڈپو، اردو بازار، کراچی
- ورلڈ پبلشرز، آرٹس کاؤنسل بلڈنگ، کراچی
- اسٹینڈرڈ بُک ڈپو، پبلشنگ ہاؤس، فاطمہ جناح روڈ، کراچی
- اقبال بک ڈپو، سمرسٹ اسٹریٹ، صدر کراچی
- طاہر بک ڈپو، پریڈی اسٹریٹ، صدر کراچی

الحمد للہ

ہم نے آپ کے اعتماد کو برقرار رکھا ہے

نیشنل بینک آف پاکستان نے جمع شدہ رقوم پر قابلِ قدر منافع ادا کیا ہے۔
۳۱ دسمبر ۱۹۸۵ء کو ختم ہونے والی ششماہی کی شرح منافع یہ ہے:-

شرح منافع فیصد - جون تا دسمبر ۱۹۸۵ء

سیونگز بینک ———— ۷ء۸۰ فیصد
میعادی کھاتے
برائے ۵ سال یا زائد ———— ۱۴ء۴۰ فیصد

سہ ماہی	ششماہی	ایک سال	۲ سال	۳ سال	۴ سال
۹ء۰۰ فیصد	۱۰ء۲۰ فیصد	۱۰ء۶۰ فیصد	۱۱ء۶۰ فیصد	۱۲ء۵۰ فیصد	۱۳ء۴۰ فیصد

۷ دن اور ۳۰ دن کے نوٹس کھاتوں پر بالترتیب ۵ء۱۰ فیصد اور ۵ء۹۰ فیصد منافع دیا گیا

نیشنل بینک آف پاکستان قومی ترقی قومی بینک

United

PID-I-4/86

دعا

مرسلہ: محمد سہیل جمیل احمد، کراچی

الٰہی مجھے نیک لڑکا بنا
مجھے اپنے رستے پہ چلنا سکھا
مجھے بخش دے نور کی روشنی
مرے دل سے ظلمت کا پردہ اٹھا
میں لوں بس ترا نام ہی صبح و شام
مجھے اپنا ہی نام لیوا بنا
مٹیں کفر کی دل سے تاریکیاں
مرے دل میں ایسا دیا اک جلا
ترے در کا ہر دم بھکاری رہے
یہ بے بس یہ لاچار بندہ ترا

التجا

مرسلہ: ثمینہ محمود علی، ملیر

یارب یہ التجا ہے
تجھ سے یہی دُعا ہے
نیکی سے ہو محبت
اور ہر بدی سے نفرت
اچھی ہو میری عادت
مجھ سے ہو سب کو راحت
یارب یہ التجا ہے
تجھ سے یہی دعا ہے
سچے ہوں میرے دعوے
ہوں نیک سب ارادے
اپنا مجھے بنا دے
حق پر مجھے چلا دے

محنت کی عظمت

عالیہ لطیف آرائیں، سکھر

"آپی۔آپی یہ دیکھیے میری کہانی اخبار میں چھپ گئی۔" ارسلان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔کہانی پڑھ کر میں نے ارسلان کو سر سے پیر تک دیکھا۔"کیا ہوا کہانی پسند نہیں آئی؟" ارسلان نے میری طرف دیکھ کر کہا۔"مگر یہ کہانی تو میں نے کسی رسالے میں پڑھی ہے۔اُسی سے نقل کر کے

بھیجی ہے کیا؟"

"جی آپی" ارسلان نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ارسلان، مجھے تمھاری ایک بات سے خوشی ہو رہی ہے اور دوسری سے دکھ بھی" ارسلان نے میری طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ "ادھر بیٹھو" میں نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا، "خوشی اس بات سے ہو رہی ہے کہ تم نے سچ کہا اور دکھ اس بات سے کہ تم نے نقل کر کے کہانی بھیجی۔"

"مگر آپی اس میں کیا برائی ہے؟"

"دیکھو ارسلان تم نے جس کی کہانی نقل کر کے بھیجی ہوگی اُسے دکھ ہوا ہوگا۔ دوسرے اس سے اخبار کی بدنامی ہوگی کہ اس میں پڑھی ہوئی کہانیاں شائع ہوتی ہیں اور سب سے زیادہ نقصان تمھارا ہوگا جب ایڈیٹر کو تمھارے بارے میں معلوم ہوگا کہ تم نے نقل کر کے کہانی بھیجی ہے تو وہ تمھارا نام بلیک لسٹ کر دے گا اور اخبار میں شائع کر دے گا کہ ارسلان ضیا کی کہانیاں شائع نہیں کی جائیں گی۔ اخبار میں جب تمھارے دوست پڑھیں گے تو تمھارا مذاق اڑائیں گے۔ اگر تم خود کوشش کرو تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

"معاف کرنا آپی، آیندہ سے میں خود کہانیاں لکھوں گا" ارسلان نے پُرعزم لہجے میں کہا۔

ایک ماہ بعد ارسلان پھر بھاگتا ہوا آیا، "آپی، آپی، دیکھیے میری کہانی اخبار میں چھپ گئی۔"

"واقعی ارسلان تم نے کمال کر دیا" میں نے کہانی پڑھنے کے بعد کہا، "بہت اچھی کہانی لکھی ہے۔ اگر تم اسی طرح محنت کرتے رہے تو ایک دن بہت بڑے ادیب بن جاؤ گے۔ اچھا ارسلان ایک بات بتاؤ تمھیں اب زیادہ خوشی ہو رہی ہے یا پہلے جب تم نے نقل کی ہوئی کہانی بھیجی تھی۔"

"اب زیادہ خوشی ہو رہی ہے آپی۔ واقعی محنت میں عظمت ہے" ارسلان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تاج محل

اسد اللہ جعفری، کراچی

شاہ جہاں کی پسندیدہ عمارتوں میں سے تاج محل ایسی عمارت ہے جس کی خوب صورتی کے برابر دنیا کی کوئی عمارت نہیں پہنچتی۔ جس فرد کے نام سے یہ عمارت مشہور ہے وہ شاہ جہاں کی چہیتی بیوی ممتاز محل ہے۔ یہ بے نظیر عمارت آگرہ شہر میں مشرق کی جانب دریائے جمنا کے دائیں کنارے واقع ہے۔ یہ عمارت اتنی خوب صورت ہے کہ لوگ اس کو دیکھنے کے لیے ساری دنیا سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ عمارت اٹھارہ سال میں مکمل ہوئی۔ اس کو بنانے میں بیس ہزار مزدور اور کاری گر مصروف کار رہے۔ اس پر پانچ کروڑ روپیہ خرچ ہوا اور ایک ایسی عمارت وجود میں آئی جو دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہونے لگی۔ سنگِ مرمر کے مربع چبوترے پر اصل مقبرہ ہے۔ اس کے اوپر شان دار گنبد ہے۔ چبوترے کے چاروں کناروں پر چار مینار ایستادہ ہیں۔ پوری عمارت سنگِ مرمر کی ہے۔ اندر کی طرف سنگِ مرمر کے بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ مقبرے کی مغربی جانب سنگِ سرخ سے مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ جنوبی حصے میں ایک عالی شان دروازہ ہے۔ اس دروازے سے مقبرے تک ایک چھوٹی اور لمبی سی نہر

ہے، جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں ہیں۔ پوری عمارت کی روشیں صاف وستھری ہیں۔ عمارت کی تعمیر کے متعلق اختلافِ رائے ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اسے غیر ملکی کاری گروں نے بنایا ہے، لیکن قرینِ قیاس یہ ہے کہ اسے ہندستانی کاری گروں نے بنایا ہے۔

دل کی پکار

آنسہ پورنم جان، کراچی

پکارتا ہے مرا دل گھر آؤ نا پیّا
تم آؤ تو یہ کہوں گی نہ جاؤنا پیّا

بچھڑ گئے ہو تو گھر کی خوشی نہ رہی
بنا تمھارے کسی کی بھی زندگی نہ رہی

بہار آئی گزر بھی گئی جھیلے تھے
ستم گروں میں مگر ہم تو بس اکیلے تھے

تمھاری یاد کے زخموں سے کھیلتے ہیں ہم
فزوں ہوتے ہیں تمھارے بغیر رنج والم

میں جانتی ہوں کہ تسکین مل نہیں سکتی
بغیر حکم کوئی چیز ہل نہیں سکتی

بکھر ہی جائیں گے سب خواب جو سمیٹے ہیں
کہ میرے لوگ تو تقدیر کے بھی ہیٹے ہیں

دھوپ کا جادو

انوار احمد، کراچی

سورج بھی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ سورج نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا رہتا۔ نہ روشنی ہوتی نہ گرمی۔ اتنی ٹھنڈک ہوتی کہ کوئی زندہ نہ بچتا۔ سورج کی گرمی اور دھوپ سے ہمیں جو سیکڑوں قسم کی نعمتیں حاصل ہیں ہم اُن سے محروم ہو جاتے۔ نہ فصلیں اُگتیں نہ اناج پکتے، نہ رنگ برنگے پھول کھلتے اور نہ مزے مزے کے پھل پک کر تیار ہوتے۔ سورج کی گرمی نہ ہوتی تو سمندر کا پانی بخارات بن کر نہ اُٹھتا۔ بخارات سے جو بارش ہوتی ہے وہ نہ ہوتی۔ اس طرح پوری دنیا ایک ویرانہ بن جاتی کہیں سبزے کا نام و نشان نہ ہوتا۔

انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے وہ دھوپ کے سہارے زندگی بسر کر رہا ہے۔ کہتے ہیں ایک یونانی سائنس داں نے دھوپ سے اپنے ملک کے دشمنوں کے جہاز جلا دیے تھے۔ قصّہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ روم کا ایک بڑا بحری بیڑا یونان کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ رومیوں کا یونان پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا، لیکن رومیوں کے حملہ کرنے سے پہلے ہی اس سائنس داں نے ایک ایسی ترکیب کی کہ رومیوں کے جہاز جل کر خاک ہو گئے۔ اس نے پیتل کے بڑے بڑے چمک دار آئینے اس طرح کھڑے کیے کہ سورج کی کرنیں اُن سے ٹکرا کر دشمن کے جہازوں پر پڑنے لگیں۔ ان کی گرمی سے جہاز جلنے شروع ہو گئے اور تھوڑی دیر میں جل کر خاک ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دھوپ نے جہازوں پر کوئی جادو کر دیا ہے۔

دھوپ کے جادو کا یہ قصّہ تو بہت پرانا ہے۔ موجودہ زمانے میں بھی سورج کی گرمی سے ایسے ایسے کام

لیے جارہے ہیں کہ وہ بالکل جادو کے کام معلوم ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا لاہور میں ایک صنعتی نمائش ہوئی تھی۔ اس نمائش میں ایسے چولھے دکھائے گئے تھے جو دھوپ سے چلتے ہیں۔ یہ چولھے دھوپ کی مدد سے تھوڑی دیر میں کھانا پکا دیتے ہیں۔

مغربی ملکوں میں لوگوں نے ایسی بھٹّیاں بنائی ہیں جن میں دھوپ سے گرمی پیدا کی جاتی ہے۔ پیالے کی شکل کے بڑے بڑے آئینوں سے دھوپ کا عکس دھات پر ڈالتے ہیں تو کچھ دیر کے بعد وہ پگھل جاتی ہے۔ اور پھر یہ بھٹی وہی کام دیتی ہے جو آگ کی بھٹّی سے لیا جاتا ہے۔ دنیا میں اس طرح کی سب سے بڑی بھٹّی فرانس کے ایک پہاڑ پر بنائی گئی ہے۔

اس طرح بعض گرم ملکوں میں بڑے بڑے ہوٹلوں عمارتوں اور دفتروں میں پانی گرم کرنے کے لیے دھوپ سے مدد لی جاتی ہے۔ پانی سے بھری ہوئی ٹنکی پر دھوپ کا عکس ڈالتے ہیں اور اس کی گرمی سے تھوڑی دیر میں پانی گرم ہو جاتا ہے۔ ضرورت ہو تو اس طرح پانی کھولا بھی سکتے ہیں۔

سائنس دانوں نے دھوپ کی مدد سے بجلی پیدا کرنے کی ترکیب بھی معلوم کر لی ہے۔ امریکا کے دیہاتوں میں ٹیلے فون لائن پہنچانے کے لیے سورج کی بیٹریاں استعمال ہو رہی ہیں۔ ان بیٹریوں پر لاگت بھی کم آتی ہے اور ان کی دیکھ بھال بھی آسان ہوتی ہے۔ وہ دھوپ کے ذریعے سے خود بہ خود بجلی پیدا کرنے لگتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے انجن بھی بنائے گئے ہیں جو کوئلے یا تیل کے بجائے دھوپ کی گرمی سے چلتے ہیں۔

ان باتوں کو سُن کر معلوم ہوتا ہے کہ دھوپ سچ مچ ایک قسم کا جادو ہے اور یہ جادو اب دنیا میں آہستہ آہستہ زیادہ پھیلتا جا رہا ہے۔ پاکستان گرم ملک ہے یہاں بارہ مہینے دھوپ رہتی ہے۔ یہاں تو اس سے بہت سے مفید کام لیے جا سکتے ہیں۔

بیساکھیاں

شہلا سلیم، حیدرآباد

"بیٹے اب تو سو جاؤ بہت رات بیت گئی ہے باقی سویرے اُٹھ کر پڑھ لینا۔" امّی نے راشد کو پیار سے کہا۔ جو بہ ظاہر امّی کے سامنے اپنے اسکول کی کتابیں پڑھنے میں مصروف تھا، مگر وہ آج بھی عمران سے نیا ناول مانگ کر لایا تھا اور وہی ناول اس وقت پڑھ رہا تھا کہ امّی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ ناول بند کیا اور کہا، "جی امّی جان، بس اب تو صرف دُہرا رہا ہوں۔ یاد تو میں نے کر ہی لیا ہے۔"

امّی نے اسے دعا دی اور دوبارہ اپنے بیڈروم میں چلی گئیں۔

"کیا مصیبت ہے۔" راشد دل ہی دل میں بڑبڑایا۔ "نقل کرنے کے لیے جوابات تو میں نے بنا ہی لیے ہیں۔ امّی بھی بڑی سیدھی ہیں سمجھ رہی ہیں میں پڑھ رہا ہوں۔ رات دو بجے تک صرف پڑھنے کی خاطر کون بے وقوف اپنی

نیند خراب کرتا ہے۔ چلو! یہ ناول بھی جلد ختم کر دوں تاکہ سویا جاسکے۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

میٹرک کے امتحانات آج سے شروع ہو رہے تھے۔ راشد نے نویں جماعت میں اچھے نمبر حاصل کیے تھے اور اب وہ میٹرک کا امتحان دینے جا رہا تھا۔ امی نے اسے دعا دے کر رخصت کیا۔ امتحان کے کمرے میں داخل ہوتے وقت راشد کو اچھی طرح یاد تھا کہ کون سے باب کی نقل کس جیب میں ہے۔ پرچا توقع کے مطابق آیا تھا۔ ممتحن بھی مطمئن تھے، کیوں کہ سب لڑکے بڑے انہماک سے پرچا حل کرنے میں مصروف تھے۔ یہی موقع تھا کہ جس کا راشد کو انتظار تھا کہ ادھر ممتحن کی نظر اوجھل ہو اور وہ نقل شروع کر دے۔ اس نے اپنی پتلون کی دائیں جیب میں ہاتھ ڈال کر مطلوبہ کاغذ نکالنا چاہا، جیب بالکل خالی تھی۔ وہ ایک مرتبہ تو گھبرا گیا، لیکن پھر سوچا کہ شاید میں بھول گیا ہوں اور دوسری اور پھر تیسری جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کی گھبراہٹ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ تینوں جیبیں خالی تھیں۔ اس نے یاد کیا کہ رات کو خود اس نے اپنے ہاتھ سے کاغذات جیبوں میں رکھے تھے۔ آخر گئے کہاں۔ اسی گھبراہٹ میں امتحان کا وقت پورا ہو گیا۔ سب لڑکے مطمئن گھر لوٹ رہے تھے۔ راشد بغیر کوئی سوال حل کیے روتا ہوا گھر واپس آ گیا۔

امی نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو راشد نے امی کو روتے ہوئے پوری بات بتا دی اور اس بات پر حیرانی کا اظہار کیا کہ رات کو اس نے اچھی طرح چیک کر کے کاغذات جیب میں رکھے تھے۔ پھر آخر گئے کہاں؟

اس کے اس سوال پر امی نے راز فاش کرتے ہوئے کہا، "بیٹے، وہ کاغذات میں نے نکال لیے تھے۔ صبح جب میں تمھارے کپڑے استری کرنے لگی تو تمھاری پتلون کی جیبیں بھاری محسوس ہوئیں۔ جب میں نے دیکھا تو اس میں نقل کرنے کے کاغذات تھے۔ بیٹے، میں نے جان بوجھ کر وہ دوبارہ تمھاری جیب میں نہیں رکھے، تاکہ میں دیکھ سکوں کہ آیا تم ان کے بغیر بھی کچھ کر سکتے ہو یا نہیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے بڑا دکھ ہو رہا ہے کہ تم نے نہ صرف مجھے بلکہ حقیقت میں اپنے آپ کو دھوکا دیا ہے۔ یاد رکھو راشد، پاس ہونے کے لیے ایسے حربے صرف بیساکھیوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور انسان کو کامیابی کا زینہ طے کرنے کے لیے کسی بیساکھی کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ بیٹے مجھے امید ہے تم آیندہ محنت کرو گے اور اپنے خدا پر بھروسہ کر کے امتحان دو گے۔

راشد نے اپنی امی سے وعدہ کیا اور اس کے بعد وہ ایک اچھا اور محنتی طالب علم بن گیا۔

خطرناک گروہ

ہاجرہ مدنی، گلشن اقبال

سیٹھ قادر ملک کے بہت بڑے رئیس تھے۔ وہ بہت رحم دل اور نمازی انسان تھے۔ ان کی بہت بڑی حویلی تھی۔ ان کی بیوی فاخرہ بھی نیک تھیں۔ اللہ نے

ان کو ایک پیارے گول مٹول سے بچے سے نوازا تھا، جو بہت خوب صورت تھا۔ اس کا نام عامر تھا۔ عامر جب پانچ سال کا ہوا تو اس کو اسکول میں داخل کروا دیا اور اس کو لانے لے جانے کے لیے ایک ڈرائیور جس کا نام جمیل تھا مقرر کیا۔ جمیل کا تعلق ایک خطرناک گروہ سے تھا۔ وہ لوگ بچوں کو اغوا کر کے یا تو بیچ دیتے یا پھر معذور کر کے بھیک منگواتے۔ ماں باپ بے چارے ڈھونڈتے رہ جاتے۔

ایک دن جمیل نے موقع غنیمت جان کر عامر کو اغوا کروا لیا اور حویلی میں جا کر یہ خبر دی کہ عامر اسکول میں نہیں ہے۔ سیٹھ قادر اور ان کی بیوی فائزہ پر تو جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ عامر کو پورے شہر میں ڈھونڈا گیا، لیکن عامر وہاں ہوتا تو ملتا۔ وہ تو اس خطرناک گروہ کے پاس تھا۔ دوسرے دن جمیل نے ایک خط لا کر سیٹھ قادر کو دیا اور کہا کہ ڈاکیا دے گیا ہے۔ سیٹھ قادر نے خط کھولا تو اس میں لکھا تھا:

"اگر تم اپنے بیٹے کو زندہ سلامت چاہتے ہو تو فوراً دو لاکھ روپے پہاڑیوں کے سب سے بڑے غار میں پہنچا دو تمھیں تمھارا بیٹا زندہ مل جائے گا۔

—— خطرناک گروہ"

یہ پڑھ کر سیٹھ قادر سکتے میں آ گئے۔ ان کے پاس پیسے کی کمی نہیں تھی، لیکن انھوں نے سوچا کیوں نہ پولیس کو اطلاع دے دی جائے۔ انھوں نے فوراً انسپکٹر جمشید کو فون کیا اور پوری کہانی سنائی۔ انسپکٹر جمشید فوراً حویلی میں پہنچے اور بولے "ڈرائیور کو بلائیے۔" جمیل آیا تو انسپکٹر جمشید نے اس سے کہا، "پورا واقعہ سناؤ۔" جمیل نے کہا کہ میں اس دن اسکول گیا تو بہت دیر کھڑا رہا، لیکن عامر نہ آیا۔ میں نے اس کے دوستوں سے پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ عامر ابھی تو یہاں تھا پھر پتا نہیں کہاں چلا گیا۔ پھر میں گھر آ گیا۔ انسپکٹر جمشید نے وہ خط مانگا جس میں رقم کا مطالبہ تھا۔ انھوں نے اس خط کو اچھی طرح دیکھا پھر بولے، ٹھیک ہے جمیل تم جاؤ۔ پھر سیٹھ جی سے بولے، آپ پیسے ایک بیگ میں رکھ لیں اور مجھے ڈگی میں بٹھا لیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ کالی پہاڑی پر پہنچ گئے۔ سیٹھ قادر نیچے اُتر کر چیخے، دیکھو میں آ گیا ہوں۔ تم لوگ میرے بیٹے کو میرے حوالے کر دو اور رقم لے لو۔ انسپکٹر جمشید نے وائرلیس نکال کر آن کیا، دوسری طرف سے آواز آئی، یس سر، انسپکٹر جمشید نے کہا، تم لوگ فوراً کالی پہاڑی پر آجاؤ۔ وہ لوگ تو منتظر بیٹھے تھے، فوراً روانہ ہو گئے۔

سیٹھ قادر نے وہ بیگ غار کے منھ میں رکھا تھوڑی ہی دیر بعد نقاب پوش آ گئے۔ ان میں سب سے آگے جو نقاب پوش تھا اس کے ساتھ عامر تھا۔ عامر ابو کہہ کر سیٹھ قادر سے لپٹ گیا۔ ایک دم سے نقاب پوش بولا، ہم تمھیں اس طرح نہیں جانے دیں گے۔

"کیا مطلب؟" سیٹھ قادر بولے۔ اسی وقت پورا علاقہ گولیوں کی آواز سے گونج اٹھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سب نقاب پوش انسپکٹر جمشید کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ

چیخ کر بولے، ہاں مسٹر باس عرف جمیل! آپ کا ڈراما ختم ہو چکا ہے۔ انھوں نے جمیل کے منھ پر سے نقاب ہٹا کر کہا، یہ ہے اصل مجرم میں نے تو اس کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خطرناک گروہ جمیل کی سلاخوں کے پیچھے تھا۔

میری شرارت

رفعت سجاد، کراچی

گرمیوں کی چھٹیوں میں چند دن باقی تھے۔ ہم نے سوچا کہ کوئی شرارت کرنی چاہیے، چناں چہ ہم ترکیبیں سوچنے لگے۔ پھر اچانک ہم اُچھل پڑے

ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہماری باجی چھالیہ وغیرہ اسکول میں کھانے کے لیے رکھ لیتی ہیں اور اسکول میں جو بھی چیز کھاتی ہیں اپنی سہیلیوں کو ضرور کھلاتی ہیں۔ اب ہم نے یہ کیا کہ دونوں سپاریوں کے پیکٹ کو خالی کیا اور اس میں مٹّی اور کنکر بھر کر اسی رنگ کا ٹیپ لگا دیا تاکہ پیکٹ کُھلا ہوا معلوم نہ ہو۔ باجی کے جانے کے بعد میں بڑی خوش ہوئی کہ اب مزا آئے گا۔

اسکول سے واپس آکر باجی نے مجھے بُلایا۔ میں باجی کی صورت دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگی، کیوں کہ وہ بہت غصّے میں تھیں۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا "تم نے سپاری کے پیکٹ میں مٹّی اور کنکر کیوں بھر دیے تھے؟" میں نے نہایت معصومیت سے جواب دیا، "باجی مجھے تو نہیں معلوم، ہوسکتا ہے یہ دُکان دار کی شرارت ہو۔"

باجی نے مجھے بتایا کہ ان سپاریوں کی وجہ سے میری سہیلیوں کے سامنے میری بڑی بے عزّتی ہوئی۔ پھر انھوں نے مجھے سختی سے منع کر دیا کہ اس دُکان دار سے آیندہ کوئی چیز نہ خریدنا۔ میں نے کہا، "جی اچھا" مگر ہمارے بھائی اظہر نے سارا راز فاش کر دیا۔ پھر تو ہماری وہ درگت بنی کہ کیا بتاؤں۔ آپ خود سمجھ دار ہیں۔

ہر لمحہ مسکراؤ

مرسلہ: عزیز احمد تبسم، سوات

آگے قدم بڑھاؤ   جھجکو نہ خوف کھاؤ
ہر لمحہ مسکراؤ
سب کو یہی سکھاؤ   بے کس کے کام آؤ
ہر لمحہ مسکراؤ
مشکل ہی کیوں نہ آئے   دل چاہے بیٹھ جاؤ
ہر لمحہ مسکراؤ
اس پیارے گلستاں میں   اس سارے گلستاں میں
ہر لمحہ مسکراؤ
دنیا کی فکر چھوڑو   اور اس کا ذکر چھوڑو
ہر لمحہ مسکراؤ
احساں نہ لو کسی کا   بے کار کا ہے جھگڑا
ہر لمحہ مسکراؤ
تم سب کے سب جواں ہو   گلشن کے پاسباں ہو

ہر لمحہ مسکراؤ
ہر گز نہ خوف کھاؤ   بے فکر ہو کے گاؤ
ہر لمحہ مسکراؤ

شہر تمنا

محمد سمیع الرحمٰن، کراچی

آئیے، ذرا ہم اپنے اس شہر پر نگاہ ڈالیں۔ اوہ، کتنی گندی سڑک ہے توبہ۔ کیسی افراتفری ہے چھی! چھی! گٹر اُبلے ہوئے ہیں توبہ توبہ۔ یہ جملہ آپ بار ہا سُنتے ہوں گے۔ بشرطے کہ آپ ایشیا کے سابق صاف ستھرے شہر میں رہتے ہوں۔

جی ہاں، یہ کراچی شہر ہی ہے۔ اس کی آبادی اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ ۲۰۰۰ء میں کراچی کی آبادی ایک کروڑ سے بھی تجاوز کر جائے گی، جس کی منصوبہ بندی ابھی سے کرنا ضروری ہے، ورنہ کراچی کے مسائل میں بے انتہا اضافہ ہو جائے گا۔ کراچی کے رہائشی مسئلے کو حل کرنے کے لیے کثیر المنزلہ عمارتوں کا بنانا ضروری ہے تاکہ کاروباری مراکز اور دفاتر نزدیک ہوں اور جس سے ٹرانسپورٹ کا مسئلہ حل ہو جائے۔ ٹریفک کا دباؤ کم کرنے کے لیے چوڑی سڑکیں بنائی جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ گاڑیاں گزر سکیں۔

شہر کراچی میں زمین دوز سڑکوں اور ریلوے لائنوں کا جال بچھایا جائے تاکہ شہر اور مضافات کو ایک دوسرے سے ملایا جاسکے۔ کم ترقی یافتہ علاقوں مثلاً اورنگی، لانڈھی کورنگی اور دوسرے پس ماندہ علاقوں کو شہر کے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لایا جائے تاکہ شہر حقیقی معنوں میں خوب صورت کہلائے۔

خوب صورت شہر ملک و قوم کا نام بلند کرتے ہیں جس سے غیر ملکی سیاحوں کی رائے ہمارے بارے میں اچھی ہوتی ہے۔

آواز

کاشف نیاز، بہادل نگر

آواز ایک قسم کی توانائی ہے، جو کسی چیز کے ارتعاش سے پیدا ہوتی ہے۔ توانائی سے مراد وہ قابلیت ہے جو کوئی کام کر سکے یا کچھ ہلا سکے یا گھسیٹ سکے۔ ارتعاش کسی چیز میں تیز کپکپی پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔ یہ ارتعاش ہمارے کانوں تک ہوا کے ذریعے سے پہنچتا ہے۔ ہوا کے علاوہ دوسرے ذرائع بھی ہیں جو آواز کو جگہ جگہ پہنچا سکتے ہیں۔ گیس، مائع اور ٹھوس چیزوں کے ذریعے آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی ہے۔ آواز ان ذریعوں سے لہر یا موج کی صورت میں سفر کرتی ہے۔ جدید آلات نے آواز کو بہ خوبی استعمال کیا ہے۔ انیسویں صدی تک سب سے تیز پیغام صرف آواز کی رفتار سے بھیجا جا سکتا تھا، یعنی ایک منٹ میں ۱۹ کلو میٹر۔

۱۸۳۲ء میں مورس نے دریافت کیا کہ برقی رو کی مدد سے پیغام تار پر آواز کی رفتار سے کئی لاکھ گنا تیزی سے بھیجے جا سکتے ہیں۔ ۱۸۷۵ء میں گراہم بیل نے آواز کو برقی امپلس میں تبدیل کر کے ٹیلے فون کی بنیاد رکھی۔ ایڈیسن

نے گراموفون کی بنیاد ڈالی۔ اس نے سوئی کے ذریعہ سے تانبے کے فوائل پر آواز کے نمونے رکارڈ کیے اور پھر دوسری ارتعاشی سوئی ان کے اوپر گھما کر آواز کو دوبارہ پیش کیا۔ بعد میں دو قسم کی آوازوں کو بھی ایک ساتھ رکارڈ کرنا ممکن ہو گیا۔ یہ اسٹیریو فونک آواز کی ابتدا تھی۔ ۱۹۰۷ء میں تھرمیونک والو کی ایجاد سے ریڈیو پر تقریر کرنا ممکن ہوا۔ آج ٹیلی وژن اور ٹیلی سٹار سیٹلائٹ کے ذریعہ سے آواز بہت لمبے فاصلے طے کر لیتی ہے۔

میرا وطن

مرسلہ: مدثر عمر، کراچی

میں ہوں سچا پاکستانی
میری عظمت ہے قربانی
میری آن، میرا ایمان
میرا وطن ہے پاکستان
پاکستان زندہ باد

میری ہمت میری عزّت
پورے پاکستان کی جرات
میں ہوں آندھی میں طوفان
میرا وطن ہے پاکستان
پاکستان زندہ باد

محنت اور لگن

فرحانہ افضل، کراچی

ارشد ایک غریب والدین کا لڑکا تھا۔ اس کے تین چھوٹے بہن بھائی بھی تھے۔ اُن کا چھوٹا سا مکان ایک اسکول کے قریب تھا، جہاں محلّے کے چھوٹے چھوٹے خوب صورت بچّے اور بچّیاں اپنے اپنے بیگ اور بوتلیں اٹھائے روز پڑھنے آیا کرتے تھے۔ ارشد سب کچھ دیکھتا اور دل ہی دل میں سوچتا، کاش وہ بھی اس اسکول میں پڑھنے کے لیے جاسکتا۔ اس کے پاس بھی خوب صورت سی بوتل ہوتی، ایک بیگ ہوتا جس میں کتابیں ہوتیں، مگر افسوس اس کے پاس یہ سب نہ تھا۔ وہ اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ گھنٹوں اس اسکول کی عمارت کے سامنے کھڑا رہتا اور اکثر رو دیا کرتا۔

اس کے گھر کے قریب ایک اسکول ماسٹر کا گھر بھی تھا، جس میں وہ تنہا رہتے تھے۔ شاید ان کے بچّے کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں رہتے تھے۔ وہ شام کو اکثر ماسٹر صاحب کے گھر جایا کرتا۔ ایک دن اس نے انھی ماسٹر صاحب سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ ماسٹر صاحب اس کی بات سُن کر بہت خوش ہوئے اور وہ اس روز کے بعد ارشد کو پڑھانے لگے۔ ارشد کی محنت اور پڑھائی سے دل چسپی رنگ لائی اور وہ تیزی سے کتابیں پڑھنے لگا۔ ماسٹر صاحب بہت نیک اور خدا ترس انسان تھے۔ وہ ہر طرح سے ارشد کی مدد کرتے۔ اس طرح سے ارشد نے نویں جماعت کا امتحان دے دیا اور کامیاب رہا۔ پھر اس کی والدہ نے اپنی زندگی کی جمع پونجی ارشد کو دے دی اور اس نے میٹرک کے امتحان میں بھی امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کر لی۔ اب ارشد شام کو کالج

جانے لگا اور اس نے صبح کو کوئی معمولی سی نوکری کر لی۔ وہ بہت محنت سے کام کرتا اور فارغ اوقات میں محلے کے چھوٹے چھوٹے بچّوں کو ٹیوشن پڑھاتا۔ اس طرح وہ اپنے علم کی روشنی دوسرے معصوم بچّوں کو بھی پہنچانے لگا۔

انٹر کا رزلٹ نکلا تو اس نے پورے صوبے میں اوّل پوزیشن حاصل کی تھی۔ اس کے والدین، خصوصاً ماسٹر صاحب اس کے نتیجے سے بہت خوش ہوئے، کیوں کہ اب ان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہونے والا تھا۔ اب وہ شام کو بڑے بڑے بنگلوں میں ٹیوشن پڑھانے لگا اور صبح کو میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا۔ وقت تیزی سے گزرنے لگا۔ اس نے خوب محنت کی اور پھر چند سال بعد وہ ایک قابل ڈاکٹر بن گیا۔ اس کے بعد بھی ارشد ماسٹر صاحب کے گھر برابر جایا کرتا اور وہ ان کی خدمت کرتا۔ والدین کی فرماں برداری اس کا پہلا فرض رہا اور وہ یوں ماں باپ کی دعائیں لیتا رہا۔ خدا نے اس کی محنت کا اس کو بہترین پھل دیا اور وہ شہر کا ایک بہترین ڈاکٹر بن گیا۔ وہ غریبوں کا بہت خیال رکھتا کیوں کہ وہ اپنا وقت نہیں بھولا تھا۔ شہر کے بڑے بڑے لوگ اب اس سے وقت مانگتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنی لگن اور محنت سے اپنا مقام حاصل کر لیا۔ سچ ہے محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

سچّی خوشی

امیر علی میر، کراچی

ایک بھیڑیا بہت دُبلا پتلا تھا۔ ایک دفعہ وہ سڑک کے کنارے جا رہا تھا۔ اسے تین روز سے کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا تھا۔ اس لیے اس کا بھوک سے بُرا حال ہو رہا تھا۔ تھوڑی دُور جا کر اسے ایک موٹا تازہ بکرا ملا۔ بکرے نے بھیڑیے کو دیکھ کر کہا، "کہو بھائی بھیڑیے، مزاج تو اچھا ہے۔ تم اتنے کم زور کیوں نظر آ رہے ہو، کچھ کھانے پینے کو نہیں ملتا؟" بھیڑیے نے بکرے سے کہا، "کیا کہوں بھائی، کچھ نہ پوچھو، تم اپنی کہو، تمھاری تو خوب گزر رہی ہو گی۔ خوب موٹے تازے معلوم ہو رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے تم روز عمدہ عمدہ چیزوں پر ہاتھ صاف کرتے ہو گے۔ کیوں ہے نا ٹھیک بات؟"

بکرے نے جواب دیا، "میں اپنے مالک کے گھر پر رہتا ہوں، اسی لیے وہ مجھے روز عمدہ مال کھانے کے لیے دیتا ہے، اگر تم بھی یہ کام کرنے لگو تو تم کو بھی کھانے پینے کی کوئی کمی نہ ہو گی۔"

کھانے کا نام سُن کر بھیڑیے کی جان میں جان آئی۔ خوشی سے بولا، "مجھے منظور ہے۔ مہربانی کر کے مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔" بکرے نے کہا، "اچھا، میرے ساتھ چلے چلو۔" بھیڑیا بکرے کے ساتھ ہو لیا۔ چلتے چلتے بھیڑیے کو بکرے کی گردن پر ایک نشان نظر آیا۔ اس نے بکرے سے پوچھا، "بھائی، یہ تمھاری گردن پر نشان کیسا ہے؟" بکرا بولا، "یہ نشان اس پٹّے کا ہے جو دن بھر میرے گلے میں پڑا رہتا ہے۔ دن کو مجھے زنجیر سے باندھ دیا جاتا ہے، آؤ، سوچ کیا رہے ہو؟"

"اب گھر تھوڑی ہی دُور رہ گیا ہے۔" بھیڑیے نے

کہا، "نہ بھائی مجھے یہ کام پسند نہیں، میں آزادی کی خوشی کو بھوک کی تکلیف سے اچھا سمجھتا ہوں۔"

وقت

محمد حسن، بھلوال

چاندنی رات ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے ہر سُو ہُو کا عالم طاری ہے۔ شہر کے لوگ نیند کی آغوش میں جا چکے ہیں۔ کیا چرند کیا پرند سب ہی اپنے ٹھکانوں پر پہنچ چکے ہیں۔ چاندنی اپنے جوبن پر ہے۔ اس کی دودھیا روشنی زمین کے ذرّے ذرّے کو تاباں کر رہی ہے۔ مجھے چاندنی رات کے نظارے کا بہت شوق ہے چناں چہ میں چاندنی رات کے نظارے سے لطف اندوز ہو رہا ہوں کہ اچانک مجھے ایک اُڑتا ہوا پنچھی دکھائی دیتا ہے۔ میں دوڑ کر اس کے پاس جاتا ہوں، لیکن وہ رُکتا نہیں ہے، بلکہ اُڑتے ہوئے بتاتا ہے۔ سنو، میری بات غور سے سنو، میں وقت کا پنچھی ہوں، میں رُک نہیں سکتا۔ یہ باتیں صرف تم اس لیے سُن رہے ہو کہ تم بھی میرے ساتھ دوڑ رہے ہو۔ میرے ساتھ چل رہے ہو، اگر تم رُک جاؤ گے یا ٹھہر جاؤ گے تو پیچھے رہ جاؤ گے اور میری باتیں نہ سُن سکو گے۔ آج میں تمھیں ایک راز بتاتا ہوں۔ تم اُسے دوسرے لوگوں کو بھی بتا دینا۔ وہ راز یہ ہے کہ تم ہمیشہ وقت کا ساتھ دو۔ کبھی بھی ہمت نہ ہارو اور وقت کے ساتھ دوڑتے رہو اور چلتے رہو، ایک دن تم کام یاب و کامران ہو جاؤ گے۔ بس یہی میرا راز ہے۔ تم اسے دنیا والوں کو بتا دینا۔"

یہ کہہ کر پنچھی اُڑتا اُڑتا میری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور میں واپس آجاتا ہوں۔ پیارے بچّو تم بھی ہمیشہ وقت کا ساتھ دو۔ کبھی بھی ہمت نہ ہارو اور اپنی محنت جاری رکھو۔ ایک دن تمھارا نام تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

ذرا سی توجہ

فضل ربّی راہی، مینگورہ

"طاہر بیٹے ذرا اِدھر آؤ۔" ماسٹر صاحب نے اپنا چشمہ درست کرتے ہوئے طاہر کو آواز دی اور طاہر خوف سے لرزتا ہوا ماسٹر صاحب کی جانب چل پڑا۔ وہ دل میں سوچ رہا تھا شاید ماسٹر صاحب آج مجھے مار مار کر بھُرکس نکال دیں گے کیوں کہ اس دفعہ اس نے شرارت ہی ایسی کی ہے، مگر اسے اس بات پر بہت حیرت ہوئی کہ آج ماسٹر صاحب نے اسے اتنی نرمی سے بیٹا کہہ کر کیوں مخاطب کیا، جب کہ عام حالت میں ان کا لہجہ بہت سخت ہوتا ہے اور تمام لڑکے ان کی آواز سے کانپ جاتے ہیں۔

طاہر ساتویں جماعت کا طالب علم تھا۔ ساری کلاس میں اس سے زیادہ کوئی نالائق اور کند ذہن نہیں تھا۔ شریر تو اتنا کہ شیطان بھی اس کی شرارتوں سے پناہ مانگے۔ آج اس نے حد کر دی تھی۔ اس نے بلیک بورڈ پر ماسٹر صاحب کی تصویر بنائی تھی اور ان میں ان کی گنجی کھوپڑی پر "گنجا ماسٹر" لکھ دیا تھا۔ ماسٹر صاحب جب کلاس میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے اُن کی نظر بلیک بورڈ پر

پڑی۔ تصویر پر لکھائی سے ہی وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ طاہر کی شرارت ہے، کیوں کہ وہ اس کی بھدی لکھائی خوب پہچانتے تھے۔ ماسٹر صاحب تو تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے ساتھ اتنا بے ہودہ مذاق کیا جاسکتا ہے۔ وہ لڑکوں کو اس قدر مارتے تھے کہ ان کی چیخیں نکل جاتی تھیں اور طاہر کو تو وہ ہر روز پیٹتے تھے۔ تصویر دیکھ کر وہ غصّے کی شدت سے سرخ ہو گئے، مگر سوچ بچار کے بعد ان کی سمجھ میں بات آگئی کہ ان کی کلاس میں ایسے شریر لڑکے کیوں ہیں۔

طاہر جب ماسٹر صاحب کے نزدیک پہنچ گیا تو انھوں نے نہایت نرمی سے پوچھا، "بیٹے سچ سچ بتاؤ کہ یہ تصویر تم نے بنائی ہے؟

ماسٹر صاحب کا اتنا نرم اور شفیق لہجہ دیکھ کر طاہر کے جی میں آیا کہ وہ سچ سچ بتادے کہ یہ تصویر اس نے ہی بنائی ہے، مگر جب اس کے تصوّر میں ماسٹر صاحب کا موٹا سا ڈنڈا لہرایا تو بے اختیار بولا، "جج.... جی.... مم.... میں نے نہیں.... بنائی ہے۔" اس کے کانپتے ہوئے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ماسٹر صاحب پھر گویا ہوئے؟ طاہر سچ بتاؤ، جھوٹ ہرگز نہ بولو، میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گا۔ یاد رکھو جھوٹ بولنا بڑا گناہ ہے، جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ایک جھوٹ چھپانے کے لیے مزید جھوٹ بولنا پڑتا ہے، جھوٹ بولنے والا ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔" یہ فقرہ ادا کرتے ہوئے انھوں نے لڑکوں کی طرف دیکھا، جو حیرت کے عالم میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

طاہر پر شاید ان باتوں کا بہت اثر ہوا تھا، اسی لیے اس نے شرم سے سر جھکاتے ہوئے بلا جھجک کہا، "جی میں نے بنائی ہے۔"

"شاباش بیٹے، مجھے تم سے یہی امید تھی کہ آج تم ہرگز جھوٹ نہیں بولو گے، بلکہ اپنی شرارت پر نادم ہو گے۔ سچ بولنے پر میں تمھیں معاف کرتا ہوں۔"

اس دن کے بعد سے ماسٹر صاحب بالکل بدل گئے اور اسکول کے تمام لڑکوں سے بہت نرمی اور شفقت سے پیش آنے لگے۔ شاید انھیں اپنی بے جا سختی کا احساس ہو گیا تھا۔ جس بچّے کو پڑھائی میں مشکل پیش آتی، وہ بڑے پیار سے سمجھاتے۔ انھوں نے طاہر جیسے نالائق لڑکے کو کلاس کا مانیٹر بنا دیا۔ ہر کام پر اُسے شاباش دیتے اور اس کی بہت تعریف کرتے۔ طاہر ان کی اتنی شفقت اور اپنی تعریف سے بہت خوش ہوتا۔ ان باتوں کا اس پر یہ اثر ہوا کہ اب وہ ہوم ورک باقاعدگی سے کرنے لگا اور شرارتوں سے باز آگیا۔ ماسٹر صاحب اُسے اسکول کے کام پر "گڈ" بھی دیتے چاہے اس کا کام خراب ہی کیوں نہ ہوتا۔ سبق سب سے پہلے اس سے سنتے اور اگر سبق اس سے غلط ہو جاتا تو اُسے خوب یاد کراتے۔ وہ نہ صرف طاہر پر بلکہ کلاس کے دیگر کم زور لڑکوں پر بھی توجہ دینے لگے تھے۔ وہ سب سے پہلے ان کی ہی کاپیاں چیک کرتے اور انھیں بے جا ڈانٹ ڈپٹ سے پرہیز کرتے۔ ماسٹر صاحب کی اتنی توجہ دینے

اور شفقت کے ساتھ پڑھانے سے کم زور لڑکوں پر بہت اثر ہوا اور ان میں پڑھنے کا صحیح جذبہ پیدا ہوا۔ بالخصوص طاہر میں پڑھنے کا جذبہ اُبھرا اور وہ ہر کام دل لگا کر کرنے لگا۔ سچے دل سے پڑھنے کی طرف راغب ہوا۔ جس کی وجہ سے وہ سچ مچ اچھا اور قابل لڑکا بن گیا۔

ماسٹر صاحب بھی بہت خوش تھے کہ اُن کی ذرا سی توجہ نے سارے کلاس کی کایا پلٹ دی اور طاہر جیسا نالائق لڑکا ایک اچھا، ہونہار اور ذہین طالب علم بن گیا۔ کلاس کے سارے لڑکے ماسٹر صاحب کی اس اچانک تبدیلی پر حیران تھے۔ انھیں پتا نہ چلا کہ یہ سب کیوں کر اور کیسے ہوا۔

نائیجریا کی کہانی

طلعت یاسمین انور، کراچی

نائیجریا برّ اعظم افریقہ میں واقع ہے۔ نائیجریا میں زیادہ تر لوگ سیاہ فام ہوتے ہیں، لیکن کافی لوگ ہماری طرح مسلمان ہیں۔ ہماری طرح ایک خدا کی عبادت کرتے، روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ وقت کے لحاظ سے پاکستان اور نائیجریا کے اوقات میں بڑا فرق ہے۔ پاکستان میں اگر دن کے وقت ایک بج رہا ہو تو نائیجریا میں اُس وقت صبح کے چھے بج رہے ہوں گے۔ موسم کے لحاظ سے بھی یہ بڑا عجیب و غریب ملک ہے، یعنی پاکستان میں اگر گرمی کا موسم ہو تو وہاں سخت سردی ہو گی اور سردی کے موسم میں وہاں گرد آلود ہوائیں چل رہی ہوں گی۔ نائیجریا میں ۹ مہینے بارش ہوتی ہے اور تین مہینے بالکل بارش نہیں ہوتی۔ نائیجریا کا شہر لاگوس مہنگائی کے لحاظ سے دنیا میں تیسرا ملک ہے۔

نائیجریا کے سکّے کو نارا کہتے ہیں اور پاکستانی سکے کے مطابق ایک نارا اٹھارہ رُپے کا ہوتا ہے۔ نائیجریا میں ہر جگہ سبزہ ہی سبزہ ہے۔ چاروں طرف ہریالی پھیلی ہوتی ہے۔

چیونٹی

مرسلہ: سجاد احمد انصاری، کراچی

دیکھو تو اتنی سی جان
عالی ہمّت رب کی شان
ہمّت ہو تو ایسی ہو
محنت ہو تو ایسی ہو
کرتی نہیں اِک پل آرام
شام تلک ہے کام ہی کام
دیواروں پر اس کے قدم
دروازوں پر اس کے قدم
کیا جانے سُستی کا نام
اس کو اپنے کام سے کام
دیکھو تو اتنی سی جان
عالی ہمت اس کی شان

نھنّے قارئین لکھتے ہیں

نونہالوں کی پسند، ناپسند، تجویزیں، شکایتیں، مشورے

■ اس ماہ کا رسالہ بہت اچھا تھا۔

زاہدہ پروین، خیرپور میرس

■ امتحان کی وجہ سے میں نے جنوری، فروری اور مارچ کے اکھٹے رسالے پڑھے۔ میری امتحانی تھکن دور ہو گئی۔ یہ رسالہ بڑوں اور چھوٹوں میں بے حد مقبول ہے۔ آپ ایک صفحے میں لکھ دیا کریں کہ فلاں نونہال کی تحریر ناقابلِ اشاعت ہے تاکہ نونہالوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔ نائلہ بختیار، کوہاٹ شہر

> جو بچے اپنا پتا لکھتے ہیں ہم اُن کی ناقابلِ اشاعت کہانی، نظم یا مضمون واپس کر دیتے ہیں۔ البتہ لطیفے، تحفے یا کوئی قول وغیرہ یعنی منّی سی تحریر ہم واپس نہیں کرتے۔
>
> تمام نونہالوں سے ایک بار پھر درخواست ہے کہ اپنی ہر تحریر کے آخر میں پورا پتا لکھیے۔ آیندہ سے جو نونہال اپنا پتا نہیں لکھیں گے ہم اُن کی قابلِ اشاعت تحریر یا خط بھی شائع نہیں کریں گے۔

■ یہ رسالہ کافی معلوماتی رسالہ ہے۔ اگر میں کوئی کہانی لکھ کر بھیجوں تو آپ شائع کریں گے۔ امجد حبیبی، نور پور باناں

> ابھی تو جو ہزاروں کہانیاں جمع ہیں انھیں ہی شائع ہو جانے دو۔

■ اپریل کا شمارہ بے حد پسند آیا، کیوں کہ اس میں کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ طالب علم کا سیاست سے کوئی تعلق ہے یا نہیں؟ محمد زکریا بلوچ، کراچی

> طالب علم کو سیاست سے تعلیمی تعلق ہوتا ہے، یعنی وہ اخبارات پڑھ کر اچھا بُرا سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ عملی سیاست میں خود حصّہ نہیں لیتا، کیوں کہ اس کو سب سے پہلے علم حاصل کرنا ہے اور اپنی ساری توجہ اور وقت تعلیم پر صَرف کرنی ہے تاکہ وہ قابلیت اور مہارت حاصل کرے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ عملی سیاست میں حصّہ لے سکتا ہے۔

■ سب سے پہلے جاگو جگاؤ پر نظر پڑی اور حکیم صاحب کی حکیمانہ باتیں پڑھ کر دل واقعی خوش ہوا۔ اس شمارے میں آپ نے پہلی بات نہیں لکھی تھی۔ براہِ کرم آپ ہر ماہ اپنی باتوں سے نوازتے رہا کریں۔ جناب میرزا ادیب کی کہانی "وہ کون تھا؟" بھی اچھی تھی۔ جناب علی اسد نے حسبِ توقع چھوٹی مگر بڑی اچھی کہانی لکھی۔ شاکر عثمانی صاحب نے اپنی کہانی میں لکھا ہے کہ کسان اپنے ہل لے کر چل پڑا۔ پھر ساتھ ہی آگے انھوں نے لکھ دیا کہ فصل تیار ہو چکی تھی اور کٹائی ہو رہی تھی۔ کچھ بات پلّے نہیں پڑی۔ "گیند اُجلی ہو گئی" واقعی اچھی کہانی تھی۔ نونہال میں کہانیاں ہوتی ہیں، لیکن گنی چُنی۔ عبدالرؤف عاکف، منڈی عبدالحکیم

■ جاگو جگاؤ، خیال کے پھول اور تحفے بہت پسند آئے۔ کہانیاں بھی بڑی لاجواب تھیں۔ سلمیٰ خالد خان، لطیف آباد

■ اپریل کے شمارے کی تمام کہانیاں پسند آئیں۔

محمد عاصم عادل، گاؤں زرد بی

■ دل کش ٹائٹل لیے، دل فریب تحریروں سے مزین دل پسند کاوشوں سے ترتیب شدہ نونہال ہر طالب علم کے لیے اور ہر بچّے کے لیے سبق آموز اور مشعلِ راہ ہے۔ امجد بشیر انجم، ہارون آباد

■ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں بلکہ آپ کو آپ کی ناانصافی سے مطلع کرنا چاہتی ہوں اور یہ بات جانتی ہوں کہ آپ یہ تنقید بھرا خط شائع نہیں کریں گے۔ ہر شمارے میں کچھ بچّوں کی تحریر چھاپ کر دوسرے بچّوں کو احساسِ کم تری میں مبتلا نہ کریں۔

نادیہ ساجد، پنجاب ٹاؤن

■ زمانے کے لحاظ سے نونہال میں وہ کچھ موجود ہے جو ایک اچھے اور معیاری رسالے میں ہونا چاہیے۔ خرم عادل، حیدرآباد

■ آپ اس میں ایک بچّوں کا ڈراما بھی دیا کریں۔

میمونہ جاوید، ملتان سٹی

■ رشید الدین احمد کی کہانی "گیند اُجلی ہو گئی" بہت پسند آئی۔

احسن عزیز، لاہور

■ سرورق بے حد پسند آیا۔ جاگو جگاؤ بھی بے حد پسند آیا۔ صحت کی الف بے منگانا چاہتا ہوں۔ بتائیے کیا کروں۔

اعجاز احمد گوپانگ، ڈیرہ غازی خاں

> ۵۰/۷ روپے منی آرڈر کر دیجیے۔ کتاب آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

■ میں پانچ سال سے ہر مہینے ایک خط ضرور لکھتی ہوں، مگر ہمیشہ صرف میرا نام شائع کر دیا جاتا ہے۔ عائشہ محمد حسین، کراچی

■ آپ نونہال کو ہمارا رسالہ کہتے ہیں، لیکن اس میں ہماری تحریریں بہت کم نظر آتی ہیں۔ دوسرے نونہال کی کہانیاں حقیقت سے بہت دُور ہوتی ہیں۔ مضامین کی کمی ہے۔ نہ پہلے کی طرح کوئی سفرنامہ ہے۔

طیب رشید، لاہور

■ اپریل کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ کہانیاں سب اچھی اور مزے دار تھیں۔ لطیفے بھی اچھے اور نئے تھے، لیکن لطیفوں میں ایک جگہ "طوطے" کو "توتے" اور دوسری جگہ "قصائی" کو "قسائی" لکھا ہے۔ فہیم منظور، کراچی

> نونہال میں دونوں لفظ صحیح لکھے ہیں۔

■ سب کہانیاں اچھی تھیں۔ لطیفے بھی تقریباً تمام ہی اچھے تھے۔ ایک لفظ قسائی لکھا ہوا ہے۔ جب کہ صحیح لفظ "قصائی" ہے۔

حبیب اللہ عارف، کراچی

> صحیح لفظ قسائی ہے۔

■ کہانی قرض اور نظم امن اور جنگ پسند آئیں۔

ذکیہ مغل، جیکب آباد

■ مجھے کبھی کبھی اسکول میں خرچ کرنے کے لیے چار آٹھ آنے ملتے ہیں تو میں ان کو جمع کر لیتا ہوں اور جب میں نونہال خریدتا ہوں تو اپنا نام نہ پا کر مجھے بہت غم ہوتا ہے۔ ماں باپ الگ ناراض ہوتے ہیں۔

سجاد احمد بلوچ، ڈیرہ غازی خاں

> سجاد میاں، رسالہ پڑھ کر لطف اٹھایا کرو، اپنا نام نہ تلاش کیا کرو۔

■ مجھے آپ سے شکایت ہے کہ آپ میری تحریریں شائع نہیں کرتے۔ جاوید اقبال میمن، کراچی

> دعا کیجیے، ہمدرد نونہال کے صفحات ایک ہزار ہو جائیں تو سب کی تحریریں شامل ہو جائیں۔

■ میں نونہال ایک سال سے پڑھ رہی ہوں۔ میں نے نونہال میں کئی مرتبہ خط لکھا ہے۔ سید نور جہان شاہ لکیاری، شہداد پور

■ میرا نام سید فرید احمد مسرور کی جگہ سید فرید احمد سومرو شائع کر دیا گیا ہے۔ یہ غلطی سوال نامہ میں ہے۔ سید فرید احمد مسرور، کراچی

■ جاگو جگاؤ میں جناب حکیم محمد سعید کی نصیحت آموز باتیں پڑھ کر روح کو تازگی اور دل کو پاکیزگی محسوس ہوتی ہے، وہاں معلومات عامہ کے سوال و جواب سے ذہن کو جلا بھی ملتی ہے۔ نونہال میں تحریر کردہ پیاری پیاری دل چسپ کہانیوں اور چٹ پٹے لطائف سے دل پر چھائے ہوئے مایوسی، غم اور اداسی کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ کہانی بلّی کا محل میں "اعلیٰ" کو "اعلا" لکھا ہوا ہے۔ فرزانہ غوث

> عربی میں تو اعلیٰ ہی ہے، لیکن اردو میں آسانی کے لیے اعلا کر لیا ہے۔

■ جناب حکیم محمد سعید کے جاگو جگاؤ نے ہمیشہ کی طرح متاثر کیا۔ اور دل پر گہرا اخلاقی نقش چھوڑا۔ رحمت علی، کراچی

■ جب بھی میں نے نونہال کسی کو پڑھنے کے لیے دیا ہے یا تو مجھے واپس نہیں ملا یا پھر ایسی حالت میں ملا کہ پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ شیر بہادر افغانی مفتون، کراچی

> جن دوستوں کو رسالہ پڑھنے کو دیا جائے وہ اچھی حالت میں واپس کریں۔

■ میں نے فروری، مارچ اور اپریل کے شمارے پڑھے۔ تینوں ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ محمد شفیق المنصوری، کراچی

■ سلسلے وار مہماتی ناول شروع کیا جائے۔ نیا سلسلہ اشعار مثلاً بیت بازی شروع کیا جائے۔ مضمون نگاروں کی تازہ تصویریں شائع کی جائیں۔ کسی ادیب، عالم یا قومی شخصیت کا انٹرویو، کسی کھیل یا کھلاڑی کے حالات و ریکارڈ اور سائنسی فیچر ہر ماہ شائع کیا جائے۔

سید محمد عترت کاظمی، لاہور

■ میں نے اپنے دوست عبدالوحید کو نونہال دکھایا تو اُسے جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ بہت پسند آیا اور اب وہ بھی میری طرح صرف جاگو جگاؤ کی وجہ سے نونہال کا مستقل خریدار بن گیا ہے۔

محمد اللہ قریشی، شکار پور

■ ہماری قومی زبان اردو ہے۔ ہمیں اردو کے فروغ کے لیے کام کرنا چاہیے۔ تو پھر آپ "انسائیکلو پیڈیا" کا نام "دائرۃ المعارف" کیوں نہیں کر دیتے؟

وسیم صادق، کراچی

> انسائیکلو پیڈیا بھی اب تقریباً اردو ہی ہو گیا ہے۔

■ سلسلے وار کہانی جلد سے جلد شروع کی جائے۔ قلمی دوستی کا کالم بھی دوبارہ شروع کیا جائے۔ مشہور بیماریوں کے بارے میں معلومات اور ان کے بچاؤ کے طریقے بھی درج کیے جائیں۔ کچھ صفحے فنی تعلیم کے لیے بھی وقف کیے جائیں۔

محمد ایاز انصاری، کراچی

■ نظموں کا معیار اس شمارے میں نہایت بلند تھا۔ نمایاں طور پر نظم جناب قمر ہاشمی کی "امن اور جنگ" رہی جو ۱۹۸۶ء کے امن کے سال کے عین مطابق تھی۔ اس کے علاوہ دیگر نظمیں "بجلی" اور "مناظرِ قدرت" بھی عمدہ تھیں۔ جناب میرزا ظفر بیگ کا مضمون "حاجب المنصور"، عمدہ اور معلوماتی مضمون تھا۔

سید عبدالعزیز عزمی، کراچی

■ آپ نے غالباً میری تجویز پر عمل کرتے ہوئے کسی مسلمان شخصیت کے مختصر حالاتِ زندگی شائع کیے یعنی حاجب المنصور کے حالاتِ زندگی۔

ظہیر حسن، لاہور

■ نونہال پڑھ کر خوشی ہوئی، لیکن ایک بات پر بہت افسوس ہوا کہ سائرہ خانم نے جو کورنگی کا نقشہ پیش کیا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ہم بھی تو وہیں رہتے ہیں۔ وہ آ کر ہمارا کورنگی دیکھیں۔ چوری اور ڈکیتی نہیں ہوتی بلکہ رات کو بھی گلیوں میں لوگ کھڑے رہتے ہیں۔

منزہ سحر، کراچی

■ جب میں تنہائی کا شکار ہو جاتا ہوں تو مجھے بس ایک ہمدرد کا نام یاد آتا ہے وہ مجھے بہت پسند ہے، کیوں کہ وہ مجھے اچھی اچھی باتیں بتاتا ہے، نصیحت کرتا ہے، دوسروں کی مثال پیش کرتا ہے۔ بس جی اُس کی کیا کیا تعریف کروں۔ بچو! آپ کو پتا ہے اس کا نام کیا ہے؟ اس کا نام ہے ہمدرد نونہال۔

منیر احمد میمن، لاڑکانہ

■ نونہال ادیب میں صفحہ ۹۹ پر جو نظم درج ہے، مِنّا اور چوہا، وہ اردو کی دوسری کتاب سے نقل کی گئی ہے۔

اسمٰعیل چاند بلوچ، گوادر

> جمال الدین انجم انصاری، کراچی کی ایک سال تک کوئی تحریر نہیں چھپے گی۔

■ آپ نے "صوفے" کو ص کے بجائے س سے یعنی "سوفے" لکھا ہے۔ ہم آج تک یہی سمجھتے تھے کہ صوفہ ص سے آتا ہے۔

فرحان خان، شہلا خان، کراچی

> سوفا انگریزی لفظ ہے اور س سے لکھنا چاہیے۔ ص سے غلط رائج ہو گیا ہے۔

■ سائنسی اور مذہبی مضامین زیادہ سے زیادہ شامل کیا کریں۔

محمد سجاد اشرف، لاہور

■ ہر ماہ کم از کم ایک کہانی ایسی شائع کی جائے جو غیر ملکی ادب کا ترجمہ ہو جیسا کہ پہلے جناب علی اسد صاحب لکھا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ نونہال میں تصاویر کا معیار گر رہا ہے اس طرف بھی توجہ فرمائیں۔ ایک گزارش یہ ہے کہ چند صفحات رنگین ہوں، جن میں دنیا کے کسی ملک کی رنگا رنگ تقریبات، روایات، ثقافت اور تاریخی مقامات وغیرہ کے بارے میں مضامین شائع کیے جائیں۔ اس کے علاوہ کوئی نیا ناول سلسلے وار شروع کریں۔

سید علی راشد، کراچی

■ گیند اجلی ہو گئی ایک نہایت موثر اور اچھی کہانی تھی۔ ایکس ریز کا کمال (علی ناصر زیدی) معلوماتی مضمون تھا۔ سُنا ہے کہ برکاتی صاحب ہندُستان گئے ہوئے ہیں۔

سید کاظم حسین برنی، کراچی

> جی ہاں، گیا تھا اور واپس بھی آ گیا۔

■ کہانیوں میں تِلّی کا محل، وہ کون تھا (میرزا ادیب) بجلی، نظم (جناب ضیاالحسن ضیا) آدمی خچر بن گیا (جناب علی اسد) اچھی تھیں اور نونہال مصور میں محمد مبشر اقبال ہری پور کا کارٹون بھی اچھا تھا۔

ذی شان دلدار ٹوانی، لاہور

■ یہ پاکستان میں سب رسالوں سے زیادہ چھپتا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ معلومات عامہ کے سوالات پر تھوڑا سا انعام رکھ دیا جائے۔

دلشاد احمد، میاں چنوں

> کیا ہمدرد نونہال خود انعام کے برابر نہیں ہے۔

■ میں اپنے دوستوں کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں کہ جو دوست نونہال میں خط لکھتے ہیں کہ آپ نے میری فلاں تحریر شائع نہیں کی یا آپ نے میرا خط شائع نہیں کیا۔ بہت سے نونہال شکوہ کرتے ہیں۔ یہ شکوے اور گلے اور ہمیں بڑوں کے ساتھ نہیں کرنے چاہییں۔ اگر

آپ کی کوئی تحریر نہیں چھپی تو آپ پہلے سے زیادہ محنت کرکے لکھیں۔ ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے اور آپ کا نام رسالے میں تحریر کے ساتھ جگمگاتا ہوا نظر آئے گا۔ اشفاق احمد میمن، شکارپور

■ آپ انگریزی کہانیوں کے ترجمے ضرور شائع کیا کریں، کیوں کہ ان کہانیوں کا موضوع ہمیشہ دل چسپ اور مختلف ہوتا ہے۔

ملک نعیم احمد اعوان، کراچی

■ اس رسالے میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو ایک اچھا نونہال پڑھنا چاہتا ہے۔ اگر میں آپ کو نظمیں کہانیاں اور سائنسی مضامین لکھ کر ارسال کروں تو کیا آپ اُن کو اپنے رسالے میں جگہ دیں گے؟

محمد عارف عثمان، شاہدرہ کراچی

ابھی تو بہت تحریریں جمع ہیں، یہ ختم ہوجائیں تو شائع کردیں گے۔

■ یہ رسالہ تعریف کا محتاج نہیں تقریباً پورے پاکستان میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کی تحریریں عمدہ ہوتی ہیں۔ میرے تمام گھر والوں کو بہت پسند ہے۔ ملک محبوب احمد، گدو بیراج

■ میری عمر نو سال ہے کیا میری تصویر "صحت مند نونہال" میں شائع ہوسکتی ہے؟ تصویر بھیجنے کی کیا شرائط ہیں؟ انیقہ مسرور، کراچی

ہاں دس سال تک کے نونہالوں کی سادہ تصویریں شائع ہوسکتی ہیں۔

■ رسالہ بہت دل چسپ تھا لیکن "پہلی بات" کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ نگہت سعید، کراچی

■ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ لطیفے بھی لاجواب تھے۔ نظمیں بھی اچھی تھیں۔ امداد حسین بلوچ، شہداد کوٹ

■ مجھے سب سے زیادہ جاگو جگاؤ پسند ہے اور خیال کے پھول بھی پسند ہیں۔ جاگو جگاؤ سب سے زیادہ اس لیے پسند ہے کہ اس میں اسلام کی بڑی پیاری پیاری باتیں کی جاتی ہیں۔

عاطفہ تاثیر، راول پنڈی

■ آپ میرا نام کبھی بھی پورا نہیں لکھتے۔ اگر لکھتے بھی ہیں تو غلط۔ اپریل کے شمارے میں آخری لطیفے کے نیچے آپ نے "شیخ جاوید نیازی، مچن خیل" لکھ دیا، لیکن میرے شہر کا نام "موسیٰ زئی شریف" نہیں لکھا۔ آپ نے "مچن خیل" کو میرا شہر بنا دیا جو کہ میری قوم ہے۔ شیخ جاوید نیازی، موسیٰ زئی شریف

■ نظمیں، لطیفے، خیال کے پھول اور جاگو جگاؤ بہت اچھے تھے اور انسائکلوپیڈیا کا تو جواب ہی نہیں۔ عظمیٰ نورین قاضی، سکھر

■ جاگو جگاؤ اس رسالے کی جان ہے۔ گیند اُچھلی ہوگئی سبق آموز کہانی تھی۔ ارشاد ربانی، شاہ پور چاکر

■ اپریل کا شمارہ ہلکا پھلکا رہا، لیکن جاگو جگاؤ اپنا کام کرگیا۔
ثمینہ کنول، کراچی

■ نونہال ہم سب گھر والے شوق سے پڑھتے ہیں۔

اختر علی اختر، مینگورہ سوات

■ اگر آپ ایک دو صفحات اشعار کے لیے مخصوص کردیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ محمد الیاس تنویر، لدہ

■ ٹائٹل بہت خوب صورت تھا۔ اگر آپ لڑکیوں کے لیے کوئی خاص کالم شروع کردیتے ہیں تو خدارا جلدی کیجیے۔ سیما عروج صدیقی

■ خیال کے پھول متاثر کن تھے۔ مناظر قدرت (غنی دہلوی) بہترین نظم تھی۔ وہ کون تھا (میرزا ادیب) پڑھ کر احساس ہوا کہ واقعی پروردگار تکبر کرنے والوں کو اس کا صلہ ضرور دیتا ہے۔ تحفے میں ساری تحریریں قابلِ رشک تھیں۔ نظم امن اور جنگ (قمر ہاشمی) پڑھ کر وہ اسلامی ممالک نگاہوں میں گھوم گئے جو جنگ نامی بلا کا سامنا کررہے ہیں۔

رختاج دریاخان، کراچی

■ معلومات سے بھرپور "ایکس ریز کا کمال" اور "حاجب المنصور" بہت پسند آئیں۔ نظمیں کوئی خاص نہیں تھیں۔

کامران بلوچ صنم، ادکاڑہ

■ جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ رسالے کی جان ہے۔

سربش کمار پی مکھی جانی، گمبٹ

■ سرورق دیدہ زیب تھا۔ جاگو جگاؤ (حکیم محمد سعید صاحب) نے بہت متاثر کیا۔ کہانیاں تمام اچھی تھیں۔ لطیفوں کا معیار بلند ہوتا جا رہا ہے۔ ثوبیہ رفیق سعدیہ رفیق، فیصل آباد

■ کہانی "معذور مگر مجبور نہیں" نے بے حد متاثر کیا۔
ندیم احمد خان زادہ، سکرنڈ

■ نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔
آئی شاہد الماس ملک، راول پنڈی

■ رسالہ معلوماتی ہے۔ اس کی کہانیاں اچھی نہیں ہوتیں اور نہ لطیفے اچھے ہوتے ہیں۔ ہدف محمد ڈار

■ پورا نونہال اچھا تھا لیکن جناب علی اسد کی کہانی "آدمی خچر بن گیا" کچھ سمجھ میں نہیں آئی اور جناب شاکر عثمانی کی کہانی "قرض" کا ختم کچھ جلدی ہو گیا۔ سیدہ فرخ، کراچی

■ مستقل سلسلے پسند آئے۔ منتخب کہانیوں میں "امتحان اور ہم" "علم دیم سیال کوٹ" "ہم بنے شاعر" (سید شاہ عابد حسین) پسند آئیں۔

فرحان دلدار، لاہور

■ سب سے پہلے بزرگ محترم حکیم محمد سعید کے سبق آموز کالم جاگو جگاؤ نے بہت متاثر کیا۔ خدا سعید صاحب کی عمر دراز کرے۔

اللہ داد شاد، تربت مکران

■ مجھے نونہال میں جاگو جگاؤ، خیال کے پھول، کارٹون، نظمیں کہانیاں، نونہال مصور اور معلومات عامہ بہت اچھے لگتے ہیں۔

سدریہ وارث علی، ناظم آباد

■ آپ نے کوئی قسط وار کہانی شائع نہیں کی؟

ہما صدیقی، کراچی

■ نونہال ایک خوب صورت رسالہ ہے۔ اسلامی سائنسی معلومات پر خلوص اور روح افزا ٹھنڈک اور مٹھاس سے بھرپور لطیفوں کا رسالہ نونہال مجھے بے حد پسند ہے۔ صبا انجم

■ جناب حکیم محمد سعید صاحب جس طرح جاگو جگاؤ لکھتے ہیں دل پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ اس دفعہ بھی جاگو جگاؤ نے بے حد متاثر کیا۔

نزہت افشاں، کراچی

■ یہ رسالہ چھوٹے بڑوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ میرے پاس تو پچاس ساٹھ سے زائد نونہال جمع ہیں۔

محمد سعید گوڈرا باڈہ

■ نونہال کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

غفران احمد انصاری، کراچی

■ ہمیں ہمدرد نونہال بہت پسند ہے۔

عمیر حفیظ، ساہاردو

■ میں ۱۷ اپریل کو جب امتحان سے فارغ ہوا تو نونہال لینے نکلا۔ سات آٹھ بک اسٹال پر گیا مگر نہیں ملا۔ آخر دوسرے دن بڑی مشکل سے ایک بک اسٹال پر ملا تو بڑی خوشی ہوئی۔

شیخ محمد احسان، حیدر آباد

■ جناب علی اسد کی کہانی "آدمی خچر بن گیا" بہت پسند آئی۔ "گیند اُچھلی ہو گئی" اور سب کہانیاں پسند آئیں۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔

نواب فرخ اصغر خانزادہ منڈو جام

■ اپریل کے شمارے میں "میں وہ کون تھا"، "معذور مگر مجبور نہیں"، "بلّی کا محل"، "آدمی خچر بن گیا"، "قرض" اور "گیند اجلی ہو گئی" کہانیاں پسند آئیں۔ حاجب المنصور اور ایکس ریز کا کمال پسند آئیں۔ لطیفے سب اچھے تھے۔

ٹیپو سلطان، غازی صلاح الدین سرگودھا

■ میں آپ کا پیارا رسالہ ایک سال سے پڑھتا آ رہا ہوں۔ اور جب تک زندگی رہی میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ ہم تو رسالے کی بہت قدر کرتے ہیں مگر آپ ہماری قدر نہیں کرتے۔

غلام مصطفےٰ اسوٹگی، شکارپور

■ حسبِ معمول سارا شمارہ دل چسپ اور معلومات سے بھرپور تھا۔ جو کالم سب سے زیادہ متاثر کن تھا وہ جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ تھا۔ جناب علی ناصر زیدی کا لکھا ہوا مضمون ایکس ریز کا کمال بہت معلوماتی تھا۔ ہمیں پڑھ کر بہت فائدہ ہوا۔

غزالہ منیر شیخ غزل، لاڑکانہ

■ اس دفعہ جاگو جگاؤ نے بہت متاثر کیا۔ خاص طور پر "خیال کے پھول"، "تحفے" اور "ہمدرد انسائیکلوپیڈیا" قابلِ تعریف تھے۔

کنور عمر دراز، ادکاڑہ

■ اپریل کے شمارے میں خیال کے پھول متاثر کن تھے۔ باقی سب چیزیں پسند آئیں۔ جناب برکاتی صاحب کی پہلی بات غائب تھی۔

خالد معین، سکھر

■ میں اور میرا بھائی نئے نئے اس محفل میں شامل ہو تے ہیں۔ اپریل کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ جس میں خاص کر بلّی کا محل آدمی خچر بن گیا اور قرض بہت پسند آئیں۔

محمد صدیق، محمد شریف، کھلابٹ ٹاؤن

■ شمارہ لاجواب تھا۔ اسد رحمان، ساہی وال

■ لاہور میں کس جگہ سے ہمدرد کی کتابیں مل سکتی ہیں؟

ا۔ع۔ لاہور

لاہور میں ہمدرد دواخانہ (۱۵۔ مزنگ روڈ) اور مکتبہ تعمیرِ انسانیت (۴۹۔ اردو بازار) سے ہمدرد کی کتابیں مل سکتی ہیں۔

■ سلسلے وار کہانی کی کمی بہت کھٹکتی ہے۔

عدنان ذکی وقار، اسلام آباد

■ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ قابلِ دید تھا۔

ادم پرکاش باٹیا، بیلہ لس بیلہ

■ میں ہر ماہ نونہال بہت پابندی سے پڑھتی ہوں۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کو پڑھنے سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

طیبہ راحت، بیلہ بلوچستان

■ جاگو جگاؤ پسند آیا۔ لطیفے اچھے تھے۔

سیدہ نائلہ، ڈیرہ اسماعیل خان

■ شمارہ بہت پسند آیا۔ پہلی بات کی کمی شدت سے محسوس ہوتی۔ تمام کہانیاں بہترین تھیں۔ تحفے بھی بہترین تھے۔ لطیفے اس بار مزہ دے گئے۔ طب کی روشنی کے سوالات سے ہمیں بہت معلومات حاصل ہوتی ہے۔

عقیل احمد، ماڈل کالونی

■ سب تحریریں اچھی تھیں۔ خاص کر "آدمی خچر بن گیا" اور "وہ کون تھا" پسند آئیں۔

وقار احمد تربیلوی، تربیلہ ٹاؤن

■ میں نونہال بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ رسالے میں جاگو جگاؤ، اخبارِ نونہال، وہ کون تھا بہت پسند آئے۔ اگر آپ نونہال میں جاسوسی کہانی اور سلسلے وار کہانی بھی شائع کریں تو نونہال کو چار چاند لگ جائیں گے۔

وسیم اللہ سومرو، شکارپور

■ نونہال میں خاص طور پر جاگو جگاؤ اور پہلی بات بہت اچھی لگیں۔

غلام صابر، سانگھڑ

■ اپریل کا نونہال آیا اور ہمیشہ کی طرح محلّے کے بچّے آئے اور پڑھنے کے لیے لے گئے اور جب واپس کیا تو اس کی حالت دیکھ کر موڈ خراب ہو گیا، لیکن جب نونہال پڑھا تو طبیعت خوش ہو گئی۔ مجموعی طور پر جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ، وہ کون تھا، بلّی کا محل، آدمی خچر بن گیا، قرض پسند آئے۔

محمد ارشد ملک، ٹنڈو الہیار

■ جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ اور خیال کے پھول پسند آئے۔

شبانہ پروین، کراچی

ان نونہالوں کے نام جنھوں نے ہمیں بہت اچھے اچھے خط لکھے، لیکن جگہ کی کمی کے باعث اُن کے صرف نام دیے جا رہے ہیں۔

کراچی:۔ محمد سعید عباس، عمران حسن خان، شائستہ وجاہت، ادریس رفعت، بے بی فریال ظفر، محمد عامر شیخ، ایس ایم زین العابدین، آصفہ شمیم قریشی، محمد یٰسین مالک، عبدالرحمٰن، ثمینہ افشاں، انجم افشاں، محمد منیر ثاقب رحمت اللہ موسیٰ، محمد جمیل، نعمان بخاری، پرنم جان، سرور عرف مکھن، راشد پرنس شمسی، حسن عارف، رئیس احمد قدیر، محمد نظیر بھٹی، لبنیٰ ظہیر، ارم افشاں، ارسلان احمد خان، عبدالقادر قاسم، ندیم نصیب شاہ، طاہر علی، محمد رضا۔

حیدرآباد:۔ شازیہ القدوس، عبداللہ القدوس، محمد علی اقبال، خان زادہ محمد عامر، محمد انور راجپوت

اسلام آباد:۔ نیلوفر تبسم۔ بہاول پور:۔ محمد امجد محسن، عبدالغفور خان۔

خیرو ڈیرو سندھ:۔ نبیلہ بشیر منگی۔ بہاول نگر:۔ پرنس افضل شاہین، مکران بلوچستان:۔ سجاد احمد۔ پشکان:۔ عبدالقادر قاسم بلوچ۔ سجاول:۔ راجا شنکر شہزادے۔ کوٹ ادّو:۔ محمد یونس ندیم۔ فیصل آباد:۔ غزالہ شاہین، روح اللہ۔ میرپور خاص:۔ رفیع الدین فیصل۔ شہداد کوٹ:۔ پرکاش کمار پرولنہ۔ اٹک:۔ ذوالفقار علی ثاقب۔ راول پنڈی:۔ نویدہ رؤف۔ مینگورہ سوات:۔ اختر علی اختر۔ ڈیرہ غازی خان:۔ خالد محمود پرنس۔ پنڈ دادن خان:۔ تجمل حسین حیدری۔ مقام نامعلوم:۔ آصف عمر، محمد حسن کھتری، فرح دیبا۔ نازیہ۔

مکہ مکرمہ:۔ کاشف ابوبکر۔ سرگودھا:۔ تنویر مختار اعوان۔

■ معلومات عامہ ۲۲۰ کے صحیح جوابات ■

ہمدرد نونہال کی مقبولیت میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ معلومات عامہ کے جوابات اور تصویریں بھیجنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ ہم سے بعض نونہالوں نے شکایت کی ہے کہ ہماری تصویر کیوں شائع نہیں کی گئی، جب کہ ہمارے تمام جوابات درست تھے۔ بات یہ ہے، جن کی عمر اچھی ہو گئی ہے یا وہ اپنی عمدہ صحت کی وجہ سے ماشاء اللہ جوان معلوم ہوتے ہیں ان کی تصویریں نونہالوں کے ساتھ اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ اس لیے ہم ذرا تامل کرتے ہیں۔ ویسے بھی اصل چیز تو نام ہے۔ نام بڑا انعام۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں اڑھائی برس چھوٹے تھے۔

۲۔ اقوام متحدہ (یو۔این) کی بنیاد ۲۴۔اکتوبر ۱۹۴۵ء کو امریکا کے شہر سان فرانسسکو میں رکھی گئی تھی۔

۳۔ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ۱۹۵۸ء میں قائم ہوا۔

۴۔ انعام یافتہ کتاب "جب امرتسر جل رہا تھا" خواجہ افتخار کی تصنیف ہے۔

۵۔ قطر اور بحرین — یہ دونوں ملک ۱۹۷۱ء میں آزاد ہوئے تھے۔

۶۔ دریائے سندھ کا منبع جھیل مان سرور (تبت) میں ہے۔

۷۔ پاکستان نے پہلا عالمی ہاکی کپ ۱۹۷۱ء میں حاصل کیا۔

۸۔ دنیا میں سب سے زیادہ گرمی لیبیا کے مقام العزیزیہ میں پڑتی ہے۔

۹۔ امریکی صدر جون ایف۔ کینیڈی ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء میں قتل کیے گئے۔

۱۰۔ البرٹ آئن سٹائن کو ۱۹۲۱ء میں طبیعیات کا نوبیل انعام ملا تھا۔ وہ جرمنی کے رہنے والے تھے۔

۱۱۔ ڈائنامیٹ الفریڈ نوبیل کی ایجاد ہے۔

۱۲۔ پہلا انسان نیل آرم اسٹرونگ ۱۹۶۹ء میں چاند پر اترا تھا۔

صحیح جوابات

اس مرتبہ کوئی نونہال پورے بارہ یا گیارہ سوالوں کے صحیح جوابات نہیں دے سکا۔ حال آنکہ سوال اتنے مشکل نہیں تھے۔ اگر تحقیق اور محنت کی جاتی تو بعض نونہال ضرور کام یاب ہو جاتے۔ ہمیں امید ہے کہ آیندہ تمام نونہال صحیح جوابات دینے کی زیادہ کوشش کریں گے۔

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

سانگھڑ	سیال کوٹ	محمد مجید شاہین	خیرپور میرس
عاجز عبدالرحمٰن رند	صفیہ شاہین	اشہد شاہین	محمد عامر مگسی
محمد یاسین میمن	درِ شہوار شاہین	نادر شاہین	قمر رشید خاں، ملتان
عمرالدین ساجد ندیم اشتیاق	عنبرین شاہین	نبیل شاہین	عابد حسین
محمد امین سیف الملوک	عظمیٰ شاہین	تنویر احسن، کراچی	سہیل اختر خاں، حیدرآباد

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصاویر

نعیم اللہ سومرو، خیرپور میرس

ساجد ندیم عمر، سانگھڑ

خلیل احمد سومرو، خیرپور میرس

ندیم احمد غوری، روہڑی

فرخ ایوب، ایبٹ آباد

نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی	سید امیر الحسن	اویس احمد ملک	نوشابہ شمس
محمد رفیق بلوچ	شاہد اقبال شاہد	محمد ہاشم منصوری	ماہر علی احمد
معین الحق	محمد فہیم	مجیب ظفر انوار	کاشف احمد، حیدرآباد

ساںگھڑ

پرنس ہاشم علی غوری
شمع اقبال ناز غوری
ایم ہاشم علی غوری
حماد دانش غوری
صائمہ عرفان غوری
ندیم احمد
ریاض الدین منصوری

شہزادہ سوزی بابو
سلیم اقبال میمن
سہیل اقبال میمن

خیر پور میرس

سید نیاز حسین شاہ
سید امجد علی شاہ
فیاض احمد سومرو
وزیر حسین شاہ نقوی

جنید احمد گاد
الطاف اللہ شیخ
جمشید احمد گاد

فیصل آباد

عاتقہ رفیق
محمد جاوید اقبال ناز

بستی آڈھو جہ مولویاں

شہزادہ ملک خدا بخش

شہزادہ ملک فقیر محمد سوزی
عبدالقادر شاہ

ہری پور ہزارہ

وقار احمد تربیلوی

نواب شاہ

رابعہ صدیقی
اشرف الدین، مقام نامعلوم

کھلونا نگر

(ناول)

غازی کمال رُشدی

قیمت: ۶/ رُپے

بچے کھیل کھیل میں اپنی بھولی بھالی زندگی کا سچا ڈراما کھیلتے ہیں۔ ان کے کھلونے، کھلونے نہیں ہوتے بلکہ ان کے دوست، عزیز، ہیرو اور ایکٹر ہوتے ہیں۔ اس کہانی میں گڈا ٹارچی ایک ہوشیار، سمجھ دار شہری کا رول ادا کرتا ہے۔ کبھی وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پکنک مناتا ہے کبھی اپنی جادوئی چھڑی اور ماتھے پر لگے ہوئے ٹارچ سے چوری کا پتا لگاتا ہے اور سنترے محل کے ۳۶۵ کمروں میں گھومتا ہے۔ ٹارچی بیسویں صدی کا گڈا ہے جو راکٹ میں بیٹھ کر چاند پر جا اُترتا ہے۔

بیسویں صدی کے ذہین بچوں کے لیے کھلونوں کی انوکھی دنیا کی دل چسپ باتیں۔

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ہمدرد ڈاک خانہ ـــــ ناظم آباد ـــــ کراچی ۱۸

آوازِ اخلاق

منشور

کسی قوم کی سب سے بڑی قوت اس کے اخلاق میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ اخلاق ہی وہ طاقت ہے جس سے قومیں ترقی کرتی ہیں اور عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ جس قوم کے افراد اچھے کردار کے مالک ہوتے ہیں وہ قوم دنیا میں کبھی ذلیل اور پریشان نہیں ہو سکتی۔ آج ہر سمجھ دار پاکستانی کو اندازہ ہے کہ ہمارا اخلاق پستی کی طرف مائل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان امن، چین، سکون اور راحت کے بجائے مشکلات میں مبتلا ہے۔ اس لیے وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ قوم میں اخلاق و کردار کی اصلاح کا جذبہ بیدار کیا جائے اور ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ جو لوگ اخلاق کے راستے پر چلنا چاہیں ان کے لیے زندگی دشوار نہ ہو اور اچھے اخلاق والے اور اخلاقی اصلاح کو پسند کرنے والے منظم ہو کر ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔

اس مقصد کے لیے جناب حکیم محمد سعید نے آوازِ اخلاق کے نام سے ایک تحریک شروع کی ہے۔ اس تحریک نے باقاعدہ کام شروع کر دیا ہے۔ آوازِ اخلاق میں شامل ہونے والے ہر شخص کو اپنے قول اور اپنے عمل سے بُرائی روکنے، خیر، نیکی، بھلائی اور سچائی کو پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آوازِ اخلاق کی تحریک محض ایک وقتی تحریک نہیں ہے اور نہ اس کے کوئی سیاسی مقاصد ہیں بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اور زندگی کے ہر میدان میں اس کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔ ہر بچہ، بوڑھا، جوان، عورت، مرد اخلاق کی اصلاح کے لیے کام کر سکتا ہے اور کرنا چاہیے۔ اس کی ابتدا خود اپنے آپ سے کرنی چاہیے۔ اگر ذرا سی توجہ کی جائے اور تھوڑا سا وقت بھی دیا جائے تو بڑا کام ہو سکتا ہے۔ اگر ہم میں سے ہر شخص بُرائی کو روکنے کا فیصلہ کر لے تو قوم کی اخلاقی طاقت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ کوئی کام کرنے سے پہلے اگر ہم یہ سوچ لیں کہ کہیں یہ کام بُرا تو نہیں ہے، اخلاق کے

خلاف تو نہیں ہے تو یقیناً ہم بہت سے بُرے کاموں سے بچ سکتے ہیں۔

آوازِ اخلاق کا ایک منشور بھی جاری کیا گیا ہے۔ اس منشور کا خلاصہ آسان زبان میں یہاں لکھا جا رہا ہے۔ جن نونہالوں کو اس منشور سے اتفاق ہو وہ رسالے کے آخر میں لگا ہوا کارڈ بھر کر بھیج دیں۔

بنیادی مقاصد اور اصول

۱۔ اخلاقی اصلاح کے ذریعے سے ملک کی ترقی اور استحکام کے لیے کوشش کرنا۔

۲۔ ہم اسلام کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن اس تحریک میں ہر پاکستانی شریک ہو سکتا ہے، چاہے وہ کسی مذہب کا ماننے والا ہو۔

۳۔ ملک میں اسلامی اخلاق اور اسلامی مُساوات قائم کرنا۔

۴۔ پاکستان اور پاکستان سے باہر خلافِ اخلاق کارروائیوں کے خلاف آواز بلند کرنا۔

۵۔ معاشرے سے بد اخلاقیوں کو ختم کر کے اخلاقی اصولوں پر عمل کرنے اور عمل کرانے کی کوشش کرنا۔

۶۔ ایثار، قربانی، رواداری جیسی اعلا تہذیبی صفات کو فروغ دینا۔

۷۔ قومی ترقی کے لیے خدمتِ خلق، محنت کی عزّت، ذہانت کی قدر اور تعلیم کو عام کرنا۔

۸۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور اُن کی پس ماندگی دُور کرنے کے لیے اُن کو تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی ترغیب دینا۔

۹۔ معاشرے کو نقصان پہنچانے والی خود غرضی، تعصّب اور تشدّد ختم کرنے کی تدبیریں اختیار کرنا۔

۱۰۔ تمام قومی اداروں، خاص طور پر درس گاہوں میں مخلص، خدمت گزار، لائق اور دیانت دار لوگوں کو شامل کرنے کی کوشش میں تعاون کرنا۔

۱۱۔ صحت، صفائی اور پاکیزگی کو عام کرنے کے لیے عملی اقدامات کرنا۔

۱۲۔ پاکستان کے مختلف علاقوں اور صوبوں میں اتحاد و اتفاق کو فروغ دے کر لوگوں میں پاکستانی ہونے کا احساس جگانا۔

لحمیات (پروٹینز) کے وجود سے روئے زمین پر حیات ممکن ہوئی!

حیاتِ انسانی اور صحتِ جسمانی کے لئے لحمیات (پروٹینز) خوراک کا ناگزیر حصہ ہیں۔ انسان کی انفرادیت وشخصیت اور اعمال ووظائف کی تکمیل اور خیالات کی توانائی لحمیات کے بغیر ممکن نہیں۔ لحمینا چنیدہ جڑی بوٹیوں، پروٹینز، کاربوہائیڈریٹس اور دیگر غذائی اجزا کا ایک متوازن مرکب ہے۔

روزانہ کے تھکا دینے والے کام جب جسم انسانی کے کل پرزوں کو کمزور کردیتے ہیں، تو وہ صرف پروٹینز سے دوبارہ نشوونما حاصل کرتے ہیں۔

لحمینا بجا طور پر جسم انسانی کے لئے ایک مفید اور قابلِ اعتماد غذائی معاون ہے۔

لحمینا کا روزمرہ باقاعدگی سے استعمال جسم انسانی کی نشوونما کو برقرار رکھتا ہے اور جسم میں توانائی پیدا کرتا ہے۔

خاندان کے ہر فرد کے لئے ایک مکمل غذائی ٹانک

لحمینا — برائے اسٹیمنا

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آوازِ اخلاق

احسان کا بدلہ نہ ادا کرسکو تو شکریہ ادا کرو۔

Adarts LA-1/81

ہمدرد نونہال

جون ۱۹۸۶

رجسٹرڈ ایم نمبر ۶۹